السلام علیک ایھا النبی

یارسول اللہ ﷺ کہنا

اُمت کا متفقہ موقف



محققِ العصر حضرت مولانا

مفتی محمد خان قادری مدظلہ

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

یارسول اللہ ﷺ کہنا

(اُمّت کا متفقہ موقف)

تالیف

محقق العصر مُفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

نام کتاب	یارسول اللہ کہنا (اُمت کا متفقہ موقف)
تصنیف	مفتی محمد خان قادری
عربی عبارات پر اعراب	علامہ قاری محمد بلال
بتعاون	الحاج صلاح الدین گوندل
پروف ریڈنگ	محمد فاروق قادری، محمد عمران عنصر قادری
کمپوزنگ	ملک عقیل عباس
اشاعت اوّل	مارچ ۲۰۱۰ء
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی	مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
احمد بک کارپوریشن راولپنڈی	اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
مکتبہ دار العلم دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور	روحانی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ کرمانوالا دربار مارکیٹ لاہور
مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور	مکتبہ [illegible] دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1 [illegible] گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ ۔ لاہور

[illegible]

انتساب

اس نابینا صحابی کے نام

جسے خود رسول اللہ ﷺ نے وسیلہ و استغاثہ کی تعلیم دی اور جب انہوں نے آپ ﷺ سے استغاثہ کیا تو ان کی بینائی لوٹ آئی

معروف صحابی، گورنر عراق حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ

اور ان کی اولاد کے نام

جو سرزمین عراق میں لوگوں کو مشکلات سے نجات کے لیے اس وظیفہ اور استغاثہ کی تعلیم دیتے رہے اور بعد میں ان کی اولاد نے بھی سکھانے کا یہ معمول جاری رکھا۔

محمد خان قادری

مشکلات میں وسیلہ واستغاثہ کے لئے حضور ﷺ کا عطا فرمودہ اہم وظیفہ

دونوافل ادا کر کے یہ دعا پڑھی جائے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيۡكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحۡمَةِ اِنِّیۡ تَوَجَّهۡتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیۡ فِیۡ حَاجَتِیۡ هٰذِهٖ لِتُقۡضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعۡهُ فِیَّ

''اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں، میں تیرے نبی مکرّم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں متوجہ ہورہا ہوں۔ اے میرے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ آپ کے وسیلۂ جلیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ حاجت لے کر حاضر ہورہا ہوں تا کہ میری حاجت پوری کردی جائے یا اللہ! (انتہائی کرم فرماتے ہوئے) حضور کی سفارش میرے حق میں قبول فرما''

(جامع ترمذی، ابواب الدعاء، حدیث: ۳۷۰۱)

حُسنِ ترتیب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق اُمتِ مسلمہ ہمیشہ سے بطور محبت واستغاثہ یا رسول اللہ ﷺ کہتی چلی آرہی ہے اُمتِ حبیبِ خدا ﷺ کو کبھی تو 'اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ---کبھی 'قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ---کبھی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا ---کبھی یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ ---اور کبھی اَغِثْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ---اور خصوصاً نماز میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ---کے مبارک الفاظ سے پکارتی رہی ---یاد کرتی رہی ---امداد کرتی رہی اور ایسے استغاثہ کے ذریعے فیض پاتی رہی۔

محراب ومنبر سے لے کر میدانوں تک یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ---کا نعرہ گونجتا رہا---شہر مدینہ میں استقبال نبوی ﷺ کا روح پرور منظر ہو یا حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت وسیادت میں صحابہ کی جماعت دشمنانِ اسلام سے صف آرا ہو---یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ---کے سرمدی نعرے کی گونج سنائی دیتی ہے---اور صحابہ اسی معمول کے ساتھ صف با صف دکھائی دیتے ہیں---وہ اسی وظیفہ کی برکت سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے---اور اپنی مشکلات کے حوالے سے استغاثہ عرض کرتے ---ان کی مشکلات کا ازالہ ہو جاتا اور وہ فتح یاب ہو جاتے۔

ائمہ دین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں---(جن کا تعارف آگے اس کتاب میں آپ کو تفصیل کے ساتھ ملے گا) جن میں صحابہ سے لے کر اِن مصنفین کے دور تک حضور ﷺ کی بارگاہ عالی جناب میں استغاثہ کے واقعات کی تفصیلات موجود ہیں---ان واقعات کا بیان واظہار ان بزرگوں کے ہاں ایمان کا حصہ رہا اور وہ اہتمام کے ساتھ انہیں بیان فرماتے رہے اور پوری اُمت کو اس سے آگاہ رکھنے کی سعی کرتے رہے---تاکہ مشکل اوقات میں ایسے وظائف کے ذریعے مخلوق، اللہ تعالیٰ

اور اس کے حبیب پاک ﷺ کی مدد و نصرت سے فیض یاب ہو سکے۔

وہ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مشکلات میں اپنی ذات سے استغاثہ اور وسیلہ کی ، اور نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کی خود تعلیم دی --- یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ --- کا مبارک وظیفہ تمام اُمت مسلمہ کو خود عطا فرمایا اور یہ بھی فرمایا اگر کوئی مشکل دوران سفر درپیش ہو تو --- یَا عِبَادَ اللهِ اَعِیْنُوْنِیْ --- پکار لیا کرو تمہاری مشکلات کافور ہو جائیں گی ---

اور افسوس ہے کہ ہمارے دور میں بعض لوگوں نے اپنی کم علمی اور جہالت کے سبب اس مبارک وظیفہ کو شرک اور کفر تک قرار دے دیا حالانکہ یا رسول اللہ ﷺ کہنا اُمت مسلمہ کا متفقہ موقف رہا ہے۔

اس بات کو ایک دیو بندی فاضل شبیر احمد بن عبد الطیف یوں تحریر کرتے ہیں:

اس فقیر حقیر نے انہیں آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا کہ جس فرد نے حضور سرور کائنات ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ حرف 'یا' لکھا یا پڑھا بعض مسلمانوں نے بغیر کسی تحقیق کے اسے شرک قرار دے دیا۔(۱)

قارئین کی تواضع طبع کے لیے ایک واقعہ نذر کر دوں --- ۲۰۰۵ -- ۲۰۰۶ میں محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کا ایک اجلاس ڈائریکٹر اوقاف سید قمر علی زیدی کے کمرے میں منعقد ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے متعدد علماء نے شرکت کی وہاں اس نکتہ پر غور ہوا کوئی متفقہ درود و سلام محکمہ اوقاف کی طرف سے شائع کیا جائے تا کہ وحدت و اخوت کے حوالے سے موثر ہو اور اُمت اس سے فیض و برکات حاصل کرے --- وہاں کچھ ممبران نے بڑی شدومد سے یہ تجویز پیش کی کہ نماز والا درود پاک (درود ابراہیمی) سب سے افضل ہے اسے متفقہ درود و سلام قرار دے کر چھاپ دیا جائے۔ ہم نے اس کی بھرپور تائید کی اور ساتھ ہی یہ بھی مشورہ دیا کہ چونکہ نماز والے درود شریف میں ''صلوٰۃ'' ہے مگر ''سلام'' نہیں ہے --- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا --- جس میں ایمان والوں کو درود اور سلام دونوں عرض کرنے کا حکم ہے اس لیے سلام بھی اس درود کے

(۱) یا حرف محبت، ۹۳

ساتھ شائع کر دیا جائے انہوں نے پوچھا کہ سلام کے الفاظ کون سے ہوں؟ بتائیں --

میں نے فوراً کہا۔ سلام بھی نماز والا ہی سب سے افضل ہے --- اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ --- بس اتنا کہنا تھا کہ کھسیانے انداز میں جان چھڑاتے ہوئے کہنے لگے کہ اس پر ہم بڑوں سے مشورہ کرتے ہیں --- وہ دن اور آج کا دن محکمہ اوقاف اس حوالے سے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا اور نہ مشورہ سامنے آیا۔

کاش ہم قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنے مخصوص افکار و نظریات کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں جیسے نماز والا درود پسند و افضل نظر آتا ہے اسی طرح نماز والا سلام بھی افضل و پسند ہے۔

لہٰذا اس موقع پر ہم نے اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے اس مسئلہ پر علم و تحقیق کی روشنی میں لکھا ہے --- ٹھنڈے دل کیساتھ خوب غور و خوض سے اس کا مطالعہ ہر قاری کے لیے نفع کا باعث ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ----

ہم نے نہایت دیانتداری اور متانت کے ساتھ حقائق کی روشنی میں یہ موقف واضح کرنے کی کوشش کی ہے اس کے باوجود اگر کوئی خلش و خلجان پیدا ہو تو ہمیں ضرور مطلع کریں۔

انہی دنوں ''علم نبوی اور امور دنیا'' کے علاوہ دو جلدوں میں -- ۲۱ علمی مقالات -- بھی طبع ہو کر منظر عام پر آ گئے ہیں --- تفسیر کبیر کے ترجمہ پر کام جاری ہے دس اجزا کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ تو طبع ہو چکا ہے جبکہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی تفسیر کا ترجمہ بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے۔ بندہ یہاں اپنے عظیم دوست الحاج صلاح الدین گوندل کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے بڑی ہی محبت سے اپنی نگرانی میں کتاب کی بڑے سائز میں کمپوزنگ اور خوبصورت انداز میں طبع کروائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو دنیا و آخرت میں نوازے۔ آمین

اسلام کا ادنیٰ خادم

(مفتی) محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

۲۰ جنوری ۲۰۰۹ء

اُمت کا متفقہ درود وسلام

اللہ رب العزت کا فرمان:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب:۵۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں حضرت محمد ﷺ پر
اے ایمان والو تم بھی حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھو اور خوب سلام پڑھو''

وہ درود وسلام سب سے اعلیٰ وافضل ہے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خود ہمیں نماز میں دی ہے

سلام کے الفاظ:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات کا نزول ہو)

درود شریف کے الفاظ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

پہلا باب:

رسول اللہ ﷺ نے یا محمد ﷺ بطور استغاثہ (مدد مانگنے) کہنے کی خود تعلیم دی

جس طرح نماز میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے دی اسی طرح آپ ﷺ نے صحابہ کو بطور استغاثہ یوں دعا کرنے کی بھی تعلیم دی ہے:

يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ

(اے محمد (ﷺ) میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں)

اور واضح طور پر آپ ﷺ سے استغاثہ اور توسل کا جواز فراہم کر رہی ہے:

امام ترمذی نے حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ایک نابینا صحابی نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا، آپ ﷺ اللہ رب العزت سے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا، صبر سے کام لو تمہارے لئے بہتر رہے گا، وگرنہ تمہاری خواہش کے مطابق دعا کر دیتا ہوں، عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ دعا فرما دیں آپ ﷺ نے اسے حکم دیا اچھی طرح وضو کرو اور پھر یہ دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيَ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ (۱)

(اے اللہ، میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد نبی

رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں یا محمد میں آپ کو اپنے رب کے حضور اپنی حاجت میں وسیلہ بناتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری کر دی جائے یا اللہ! رسول اللہ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما)

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام ابن ماجہ نے یہ بھی نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا، وضو کے بعد دو رکعات نماز ادا کرو اور اس کے بعد یوں دعا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ

(یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں اے محمد میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کو وسیلہ بناتا ہوں اے اللہ! میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما)

پھر لکھا امام ابو اسحاق نے، فرمایا:

هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ (۱) یہ حدیث صحیح ہے

۳۔ امام احمد بن السنی (ت، ۳۶۴) نے روایت یوں نقل کی ہے کہ نابینا نے عرض کیا تو فرمایا صبر کیوں نہیں کر لیتے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ معاون کوئی نہیں اور میں بڑی تکلیف میں ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا وضو کی جگہ جاؤ، وضو کرو اور دو رکعات نماز ادا کرو اور پھر یوں دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ یَا نَبِیَّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَیُجَلِّیْ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیْ نَفْسِیْ

(یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں یا نبی رحمت یا محمد میں آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں کہ وہ میری بینائی لوٹا دے یا اللہ! ان کی سفارش میرے

(۱) [illegible]

حق میں قبول فرما)

راوی حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ابھی مجلس برخاست نہ ہوئی اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی۔

حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ كَاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ بِهٖ ضَرٌّ قَطُّ (۱)

(کہ وہ صحابی آئے گویا کبھی وہ نابینا تھے ہی نہیں)

۴۔ امام احمد نے بھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ترمذی کے مطابق نقل کی۔

فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرِئَ (۲)

اس نابینا نے اس طرح عمل کیا تو اسے صحت نصیب ہو گئی۔

۵۔ امام حاکم نے اسی روایت و واقعہ کو ان الفاظ میں نقل کیا:

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَتُقْضٰی لِیْ

(اے محمد میں اپنی اس حاجت میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو جائے)

اور لکھا

هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ (۳)

(یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے)

امام ذہبی نے بھی اس حکم کو تسلیم کیا اور کہا:

عَلٰی شَرْطِهِمَا (۴)

(یہ امام بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے)

امام حاکم نے اسی ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عثمان بن حُنیف

(۱) عمل الیوم واللیلة، باب ما یقول من ذهب بصره، حدیث، ۲۳۳

(۲) (مسند احمد، ۴، ۱۳۴)

(۳) المستدرک، کتاب صلاۃ التطوع، ۱۱۸۰

رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

فَوَاللّٰہِ مَا تَفَرَّقْنَا وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِیْثُ حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ کَاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ فِیْہِ ضَرٌّ قَطُّ

(اللہ کی قسم ابھی ہم جدا نہ ہوئے تھے اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی کہ وہ صحابی آئے تو گویا انھیں کبھی یہ تکلیف تھی ہی نہیں)

پھر لکھا

ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیْ (۱)

(یہ حدیث امام بخاری کے شرائط پر صحیح ہے)

یاد رہے امام ذہبی نے بھی امام حاکم کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے کہا:

ھٰذَا عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیْ (۲)

(یہ روایت شرائط بخاری کے مطابق ہے)

۶۔ امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ (ت، ۳۱۱) نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا:

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ

(اے محمد ﷺ آپ کو اپنی حاجت میں اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں)

اس کے محقق ڈاکٹر محمد مصطفیٰ نے اس پر نوٹ بھی دیا ہے:

اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ (۳)

(اس کی سند صحیح ہے)

۷۔ امام احمد بن ابی خیثمہ (ت، ۳۱۱) نے روایت میں یہ اضافہ بھی نقل کیا

وَاِنْ کَانَتْ حَاجَۃٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِکَ (۴)

(اگر کبھی ضرورت پڑے تو ایسا کر لیا کرو)

---

(۱) المستدرک، باب دعاء رد البصر، حدیث، ۱۹۳۰
(۲) تلخیص المستدرک، ۱، ۷۰۷
(۳) صحیح ابن خزیمہ، ۲۔ ۲۲۵ حدیث، ۱۲۱۹
(۴) تاریخ ابن ابی خیثمہ، بحوالہ مصباح الزجاجہ

۸۔ امام ابو بکر حسین بیہقی (ت، ۴۵۸) نے دلائل النبوۃ میں یہ عنوان قائم کیا

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ تَعْلِیْمِہِ الضَّرِیْرَ مَا کَانَ فِیْہِ شِفَاؤُہٗ حِیْنَ لَمْ یَصْبِرْ مَا ظَھَرَ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَارِ النُّبُوَّۃِ

(رسول اللہ ﷺ کا نابینا صحابی کو دعا و شفاء کی تعلیم دینا اور اس میں نبوت کی شانوں کا اظہار)

اور اس کے تحت یہ روایت تفصیلاً ذکر کر کے فرماتے ہیں:

وَ رَوَیْنَاہُ فِیْ کِتَابِ الدَّاعَوٰتِ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ عَبَادَۃٍ (۱)

(ہم نے اسے کتاب الداعوات میں سند صحیح کے ساتھ روح بن عبادہ سے نقل کیا ہے)

۹۔ امام احمد طبرانی نے المعجم الکبیر میں تذکرہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ (۹۔ ۱۷) اور المعجم الصغیر میں حدیث (۵۰۸) جلد ۱، صفحہ، (۳۰۶) پر نقل کی ہے

شیخ محمد عبد الرحمن مبارکپوری (ت، ۱۳۳۵) نے لکھا

قَالَ الطَّبْرَانِیْ بَعْدَ ذِکْرِ طُرُقِہٖ وَالْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ (۲)

(امام طبرانی نے اس کے طرق و اسناد ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث صحیح ہے)

۱۰۔ امام حافظ زکی الدین عبد العظیم منذری (ت، ۶۵۶) نے عنوان قائم کیا

اَلتَّرْغِیْبُ فِیْ صَلَاۃِ الْحَاجَۃِ وَدُعَائِھَا

(نماز حاجت اور اس کی دعا کا شوق)

اس کے تحت یہی روایت نقل کی اور لکھا:

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَالنَّسَائِیُّ وَاللَّفْظُ لَہٗ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ وَلَیْسَ عِنْدَ التِّرْمِذِیِّ ثُمَّ صَلِّ رَکْعَتَیْنِ

---

(۱) دلائل النبوۃ، ۶، ۱۶۶

وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَذَكَرَ فِي أَوَّلِهِ قِصَّةً وَهِيَ أَنَّ رَجُلاً كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَاجَةٍ لَهُ وَذَكَرَ الْقِصَّةَ بِتَمَامِهَا ثُمَّ قَالَ الطَّبْرَانِيُّ بَعْدَ ذِكْرِ طُرُقِهِ وَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ (۱)

(اسے امام ترمذی نے نقل کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح وغریب ہے امام نسائی نے اسے نقل کیا اور یہاں یہ الفاظ انہی کے ہیں، امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح میں نقل کیا، امام حاکم نے نقل کر کے فرمایا یہ امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے ہاں ترمذی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے کہ دو رکعات پڑھو پھر کہا امام طبرانی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے)

امام محمد عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۲) ارشاد الٰہی

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (۲)

(تم حضور ﷺ کی دعا کو ایسے نہ سمجھو جیسے تم ایک دوسرے کے خلاف دعا کو سمجھتے ہو)

یہ واضح کرتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی بلاؤ یا محمد اور یا ابن عبداللہ بلاؤ بلکہ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ جیسے الفاظ ذکر کرو۔ لکھتے ہیں

وَلَا يُعَارِضُ هٰذَا حَدِيثُ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ الْآتِي بَعْدَ يَسِيرٍ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ تَعْرِضُ فَهُوَ وَإِنْ كَانَ صَحِيحاً يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الصَّحَابِيُّ وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُ فَهِمَ اخْتِصَاصَ هٰذَا الْمَوْطِنِ مَا أَرْشَدَ إِلَيْهِ ﷺ وَرَأَى أَنَّ أَلْفَاظَ الدَّعَوَاتِ وَالْأَذْكَارِ لَا يُتَصَرَّفُ فِيهَا بِالزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ بَلْ يَقْتَصِرُ فِيهَا

...ب والترہیب ۱، ۲۷۶

عَلَى النَّصِّ أَوِ اكْتَفَى بِمَا وَقَرَ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ مِنْ تَعْظِيمِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِجْلَالِهِ سِيَّمَا مَعَ كَوْنِهِ مُتَوَسَّلاً بِهِ وَاللهُ الْمُوَفِّقُ (۱)

(یہ چیز آگے آنے والی حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے مخالف نہیں وہ اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ممکن ہے وہاں صحابی اور ان کے ہم مثل نے لفظ یا محمد کو اس مقام کے لئے مخصوص مانا جس کی رہنمائی رسول اللہ ﷺ نے کر دی تھی اور دعاؤں اور اذکار کے الفاظ میں کمی بیشی وہ جائز نہ جانتے ہوں بلکہ یہاں نص پر اکتفار رہنا چاہیے یا انھوں نے اس وقار و تعظیم پر اکتفا کیا جو ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے خصوصاً جبکہ آپ ﷺ کے ساتھ توسل کیا جا رہا ہے)

اگلے جس مقام کا حوالہ انھوں نے دیا ہے کہ یہ روایت 'اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ تَعْرِضُ' کے تحت آرہی ہے وہاں روایت نقل کر کے لکھا

أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ عَمِّهِ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْبَيْهَقِيُّ أَيْضًا وَكَذَا النُّمَيْرِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، أَحْمَدُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ۔ وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا، وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ كُلُّهُمْ مِنْ طَرِيقِ عُمَارَةَ (۲)

(اسے بیہقی نے دلائل میں نقل کیا ہے اور یہ حضرت ابوامامہ نے اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کیا جسے بیہقی نے تصریح کی اس طرح نمیری، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے کہا یہ حسن صحیح غریب ہے، امام احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے نقل کی اور کہا یہ بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور بیہقی نے دلائل میں، ان تمام نے اسے عمارہ کے طریق سے بیان کیا)

پھر اس کے مختلف الفاظ نقل کر کے امام ابن ابی الدنیا کی کتاب ''مجابی الدعوۃ'' کے حوالہ سے امام ابن ابجر کا واقعہ نقل کیا

۱۲۔ امام ابوذکریا یحیٰ بن شرف نووی (ت، ۶۷۶) نے 'باب اذکار صلاۃ الحاجۃ، کے تحت اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کیا اور لکھا

قَالَ التِّرْمَذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ (۱)

(یہ حدیث حسن صحیح ہے)

۱۳۔ امام محمد بن جزری (ت، ۸۳۳) نے امام ترمذی سے نسائی، حاکم اور ابن ماجہ کے حوالہ سے دعاء حاجت یوں نقل کی

وَمَنْ کَانَتْ لَهٗ ضَرُوْرَةٌ فَلْیَتَوَضَّأْ فَیُحْسِنْ وُضُوْئَهٗ وَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ یَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ (۲)

(جسے حاجت پیش آئے وہ وضو کرے اور اچھی طرح کرے دو رکعات نماز ادا کرے پھر یہ دعا کرے اے اللہ، میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ اقدس میں تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوں، اے محمد میں اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں)

دو اہم باتیں

سابقہ گفتگو سے دو اہم ترین باتیں سامنے آگئی

۱۔ یہ حدیث، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ، معتبر و مشہور کتب میں موجود ہے مثلاً مسند احمد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک

۲۔ اس کے صحیح ہونے پر بھی تمام حفاظ حدیث اور آئمہ کا اتفاق ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں

(۱) الاذکار، ۲۱۶

پندرہ حفاظ حدیث کی مہر تصدیق

شیخ محمد زاہد الکوثری (ت، ۱۳۷۱) رقمطراز ہیں کہ اس روایت کو پندرہ حفاظِ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے، لکھتے ہیں۔

وَهٰذَا الْحَدِیْثُ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِهِ الْکَبِیْرِ وَالتِّرْمَذِیُّ فِیْ اَوَاخِرِ الدَّعَوَاتِ مِنْ جَامِعِهٖ وَابْنُ مَاجَةَ فِیْ صَلَاةِ الْحَاجَةِ مِنْ سُنَنِهٖ وَفِیْهِ نَصَّ عَلٰی صِحَّتِهٖ وَالنَّسَائِیُّ فِیْ عَمَلِ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِیْ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ وَالْبَیْهِقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَغَیْرُهُمْ عَلَی اخْتِلَافٍ یَسِیْرٍ فِیْ غَیْرِ الْمَوْضِعِ الْاِسْتِشْهَادِ وَصَحَّحَهٗ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ یُقَارِبُ عَدَدُهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ حَافِظًا مِنْهُمْ سِوَی الْمُتَاخِّرِیْنَ اَلتِّرْمَذِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ وَالطَّبْرَانِیُّ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ وَالْبَیْهِقِیُّ وَالْمُنْذِرِیُّ (۱)

(اس حدیث کو امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ترمذی نے اپنی جامع کے باب الدعوات کے آخر میں، ابن ماجہ نے سنن کے باب صلاۃ الحاجۃ میں اور اس میں اس کی صحت کی تصریح بھی ہے، نسائی نے ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ، بیہقی نے دلائل النبوۃ اور دیگر نے مقام استشہاد کے علاوہ میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسے ایک پوری جماعت تقریباً پندرہ حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے ان میں متاخرین کے علاوہ یہ لوگ بھی شامل ہیں امام ترمذی، ابن حبان، حاکم طبرانی، ابونعیم بیہقی اور منذری رحمہم اللہ تعالیٰ)

فصل:

روایت پراعتراضات کاجواب

کچھ لوگوں نے اس پر اعتراضات اٹھائے ہیں ان کا جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے

پہلا اعتراض:

امام ترمذی نے راوی حدیث ابوجعفر کے بارے میں لکھا وَهُوَ غَيْرُ الْخَطْمِي (کہ یہ خطمی کے علاوہ کوئی اور ہے) اعتراض یہ ہے کہ یہ راوی مجہول ہے اور مجہول کی روایت ضعیف ہوتی ہے

جواب:

یہ بات باطل و مردود ہے کیونکہ امام طبرانی، امام ابن ابی خیثمہ، امام حاکم اور بیہقی نے صراحۃ لکھا ہے کہ یہ ابوجعفر خطمی مدنی ہی ہیں حتی کہ شیخ ابن تیمیہ نے بھی کہا ہے کہ ان کا خطمی ہونا ہی صواب و درست ہے۔

کچھ حوالہ جات ملاحظہ کر لیجئے

۱۔ امام ابن السنی (ت، ۳۶۴) نے سند یوں بیان کی ہے

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ وَهُوَ الْخَطْمِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ (۱)

۲۔ امام ابن ماجہ کے الفاظ سند یوں ہیں

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شَبِيبٌ عَنْ أَبِي

جَعْفَرِ الْمَدَنِيِّ عَنْ عُمَارَةَ (۱)

۳۔ امام حاکم نے اس کی ایک سند ان الفاظ میں بیان کی ہے

وَمِنْ طَرِيقِ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدِ الْحَبَطِي كِلَاهُمَا عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي جَعْفَرِ الْمَدَنِي وَهُوَ الْخَطْمِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ (۲)

۴۔ امام احمد ابن ابی خیثمہ نے سند یوں ذکر کی ہے

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرٰهِيمَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَنَا أَبُو جَعْفَرِ الْخَطْمِي عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳)

۵۔ خود شیخ احمد بن تیمیہ کے یہ الفاظ ہیں کہ ترمذی میں اگرچہ غیر خطمی ہے مگر

وَ سَائِرُ الْعُلَمَاءِ قَالُوا هُوَ جَعْفَرُ الْخَطْمِيُّ وَ هُوَ الصَّوَابُ (۴)

(باقی علماء نے کہا یہ جعفر خطمی ہیں اور یہی درست ہے)

۶۔ اس مسئلہ پر شیخ محمد اقبال قریشی دیوبندی کی یہ تحریر بھی قابل توجہ ہے۔

ازالہ شبہ:

مولانا غلام اللہ خان صاحب خطیب راولپنڈی نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں وسیلہ کی احادیث پر جرح کر کے ان کو غیر مستند قرار دینے اور منکرین وسیلہ کی طرف سے وکالت ادا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی ابوجعفر کے بارے میں بھی ان کی یہی کوشش ہے کہ وہ کذاب و وضاع ثابت ہوں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ان حوالوں سے معلوم ہو گیا کہ:

---

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۳۸۵

(۲) المستدرک، ۱، ۷۰۸

(۳) تاریخ ابن ابی خیثمہ، ---

(۴) مجموعہ الفتاوی، ۱، ۱۹۰

ائمہ جرح وتعدیل نے ابوجعفر کو کذّاب ووضّاع قرار دیا ہے لہٰذا حاکم کا اس حدیث کو صحیح کہنا غلط اور اس کی تساہلِ مشہور سے ناشی ہے۔(۱)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی تصحیح میں حاکم متفرّد نہیں ہیں بلکہ علامہ ذہبی اور علامہ طبرانی معجم صغیر صفحہ ۱۰۴ اور امام ابوبکر احمد بن محمد المعروف بابن السنی الدینوری اپنی کتاب (عمل الیوم والیلہ، ص ۲۰۲) نے بھی اس راوی کو ابوجعفر الخطمی قرار دے کر اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ الخطمی ثقہ ہے امام ابن معین، امام نسائی، امام ابن حبان اور طبرانی وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔(۲)

علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

وَهُوَ الْحَدِيْثُ مُسْنَدٌ صَحِيْحٌ (۳)

(یہ حدیث مسند اور صحیح ہے)

مگر مولانا موصوف نے اس کو غیر خطمی قرار دے کر اور پھر اس کو ائمہ جرح و تعدیل کے حوالوں سے مجروح گردان کر حدیث کو موضوع قرار دینے کی متعدد بار کوشش کی ہے۔ اگر مولانا حدیث کی دوسری کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کر سکتے تھے اور امام ترمذی کی ''مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ جَعْفَرٍ وَهُوَ غَيْرُ الْخَطْمِيِّ'' (۴) فرمانے سے انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ ابوجعفر غیر الخطمی ہے تو کم سے کم سامنے کی عبارت پر غور کر لیا ہوتا کہ امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح فرما رہے ہیں تو کیا امام ترمذی کسی کذّاب ووضّاع راوی کی حدیث کو حسن صحیح کا درجہ دے رہے ہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ راوی امام ترمذی کے نزدیک بھی اگرچہ غیر الخطمی ہو مگر وہ وضّاع وکذّاب نہیں ہے۔ (ترمذی شریف طبع مصر، ج ۲، ص ۲ [illegible] غیر الخطمی کی جگہ ''وھو الخطمی'' کے الفاظ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترمذی کے [illegible] ابت کی غلطی ہے۔ غیر کا لفظ زیادہ لکھا گیا۔

[illegible] سکین الصدور، از سرفراز گکھڑوی ص ۲۳) واللہ اعلم (۵)

---

(۱) [illegible]
(۲) تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۵۱
(۳) [illegible]
(۴) [illegible]
(۵) [illegible]

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ترمذی میں سہوِ کاتب ہے اور درست خطمی ہی ہے اور یہ ثقہ اور معروف راوی ہے نہ کہ مجہول

دوسرا اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے اس نابینا صحابی کے لئے دعا کی تھی تو یہ بصورتِ دعا توسل ہے جو ہم بھی مانتے ہیں لیکن یہ ذات کے ساتھ توسل واستغاثہ نہیں حالانکہ تم اِسے ثابت کر رہے تھے اور وہ اِس سے ثابت نہیں۔

جواب: دعا نہیں استغاثہ ووسیلہ:

یہ اعتراض اس لئے مردود و باطل ہے کہ ایسے دیگر مواقع پر رسول ﷺ کا دعا فرمانا ثابت ہے مگر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کے دعا فرمانے کا ذکر ہرگز نہیں کیا بلکہ ان کے الفاظ ہیں کہ اس نابینا صحابی نے آپ ﷺ کی تعلیم کے مطابق عمل کیا

فَوَاللهِ مَاتَفَرَّقْنَا وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِيْثُ حَتّٰى دَخَلَ الرَّجُلُ كَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِهٖ ضَرٌّ

(اللہ کی قسم ابھی ہم جدا نہ ہوئے اور نہ مجلس طویل ہوئی کہ وہ آدمی آ گیا گویا انہیں کبھی تکلیف ہوئی ہی نہیں)

اس لئے محدثین مثلاً امام بیہقی نے عنوان یہ قائم کیا

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ تَعْلِيْمِهِ الضَّرِيْرَ مَاكَانَ فِيْهِ شِفَاؤُهٗ حِيْنَ لَمْ يَصْبِرْ (۱)

(اس میں باب کہ رسول اللہ ﷺ نے نابینا کو ایسی تعلیم دی جس سے اسے شفا مل جائے جبکہ وہ تکلیف پر صبر نہ کر سکے)

تو دیگر مواقع کے خلاف یہاں آپ ﷺ نے خود دعا فرمانے کے بجائے اس صحابی کو نماز و دعا کی تعلیم دی تا کہ تا قیامت اُمت کو اپنی حاجت روائی کے لئے ایک اور اہم ذریعہ بھی حاصل ہو جائے اور یہ فقط طالبِ دعا کے ساتھ خاص نہ رہے

عظیم محدث امام عبد اللہ الصدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) نے بھی یہی دلیل یوں

---

(۱) [illegible] ۱۶۶

بیان کی علاوہ ازیں

فَقَدْ دَعَا ﷺ لِاُنَاسٍ کَثِیْرِیْنَ طَلَبُوْا مِنْهُ الدُّعَاءَ فِیْ عِدَّةِ مُنَاسِبَاتٍ وَلَمْ یُرْشِدْ هُمْ اِلٰی مَا اَرْشَدَ اِلَیْهِ هٰذَا الضَّرِیْرَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ فَدَلَّ عَلٰی اَنَّهُ اَرَادَ فِیْ حَدِیْثِ الضَّرِیْرِ تَشْرِیْعًا جَدِیْدًا یَکُوْنُ عَامًا لِسَائِرِ النَّاسِ وَلَا یَخْتَصُّ بِالْمَدْعُوْلَهٗ فَقَطْ (۱)

(متعدد لوگوں نے مختلف مقامات پر آپ ﷺ سے دعا کے لئے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور کسی کو بھی یہ تعلیم نہیں دی جو نماز و دعا کی صورت میں اس نابینا صحابی کو دی تو آپ ﷺ کا یہ عمل نشاندہی کر رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث نابینا کے ذریعے ایک نئے شرعی ضابطے کو بیان کیا جو تمام لوگوں کے لئے عام ہے اور اسے طالب دعا کے ساتھ ہی مخصوص نہیں رہنے دیا)

علامہ حمد اللہ داجوی اسی سوال کا جواب یوں دیتے ہیں

لَوْ کَانَ التَّوَسُّلُ بِمُجَرَّدِ الدُّعَاءِ لَدَعَا لَهُ النَّبِیُّ ﷺ وَالْحَالُ اَنَّهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَمَرَهُ بِالْوُضُوْءِ وَقَالَ لَهُ قُلْ اَللّٰهُمَّ فَعُلِمَ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ تَعْلِیْمُ الدُّعَاءِ مَعَ بَعْضِ اٰدَابِهٖ وَهُوَ التَّوَسُّلُ (۲)

(اگر محض دعا سے توسل ہوتا تو نبی ﷺ ان کے لئے دعا فرما دیتے حالانکہ آپ ﷺ نے انھیں وضو کا کہا اور فرمایا یوں دعا کرو تو معلوم ہوا یہاں مقصود کچھ آداب کے ساتھ تعلیم دعا ہے اور وہ توسل ہی ہے)

الغرض اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات اقدس سے استغاثہ اور توسل کی تعلیم دی تا کہ تا قیامت اُمت اس سے مستفیض ہوتی رہے۔

سوال: یہاں کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا تھا

اِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكَ وَاِنْ شَئْتَ دَعَوْتُ

(۱) مصباح الزجاجہ ج ۱۴۴ (۲) البصائر ۹۴

(اگر ہو سکے تو صبر سے کام لو تو تمہارے لئے یہ بہتر رہے گا اور اگر چاہو تو میں دعا کرتا ہوں)

ان الفاظ کی دلالت اس پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی

جواب: دعا کرنا نہیں، سکھانا مراد ہے

جب روایت میں تفصیل موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں نماز ادا کرنے اور دعا کرنے کی تعلیم دی اور اس صحابی نے اس پر عمل کیا تو انھیں بینائی نصیب ہو گئی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ یہاں 'اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ' سے مراد آپ ﷺ کا دعا کرنا نہیں بلکہ مجازی معنی دعا سکھانا مراد ہے۔

اس معنی پر تائید:

اور یہ مجازی معنی (دعا سکھانا) مراد لینا لازم ہے تا کہ اول و آخر حدیث میں موافقت رہے اگر یہ معنی نہیں لیتے تو پھر الفاظِ حدیث میں تضاد ہوگا جو شان نبوی کے خلاف ہے لہذا یہاں 'دَعَوْتُ' کا معنی ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں دعا اور استغاثہ کی تعلیم دی جو آپ ﷺ سے استغاثہ اور توسل کی صورت میں تھی اس لئے مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

فَاَمَرَهٗ اَنْ یَّتَوَضَّأَ فَیُحْسِنَ وُضُوْئَهٗ وَیَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ

(آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کا حکم دیا تو اس نے اچھی طرح وضو کیا اور یہ دعا مانگی)

اور دوسری روایت میں

فَاَمَرَهٗ اَنْ یَّتَوَضَّأَ وَاَنْ یُّصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ وَاَنْ یَّدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ (۱)

(آپ ﷺ نے حکم دیا وضو کرو اور دو رکعات نماز ادا کر کے اس طریقہ سے دعا کرو)

اگر رسالت مآب ﷺ نے دعا فرمائی ہوتی تو راوی حدیث صحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اسے ضرور نقل کرتے اور اگر آپ دوسروں کی طرح ان کے لئے بھی دعا کر دیا ہوتا تو انھیں وضو، نماز اور دعا کی تعلیم نہ دیتے کیونکہ وہ تو ان کے بغیر بھی ہو سکتی تھی اگر ہم آپ ﷺ سے دعا مان لیں تو پھر بھی حدیث میں تخصیص و تعمیم نہیں جیسے آگے آ رہا ہے۔

فصل:

ابنِ تیمیہ کے اعتراض کا جواب

یہاں شیخ ابن تیمیہ نے ایک اعتراض وارد کیا ہے اس کا جواب دینا بھی لازمی ہے تا کہ معاملہ خوب آشکار ہو جائے

اعتراض

آپ لوگ کہتے ہیں اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے دعا نہیں فرمائی بلکہ دعا اور وسیلہ کی تعلیم دی اگر بقول تمہارے رسول اللہ ﷺ نے دعا نہیں کی تو پھر صحابی کا یہ کہنا، اے اللہ، رسول اللہ کی سفارش و دعا میرے حق میں قبول فرما کیسے درست ہو سکتا ہے؟

شیخ ابن تیمیہ کے الفاظ ہیں کہ نابینا صحابی نے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی

اَنَّهٗ عَلَّمَ الْاَعْمٰی اَنْ یَّدْعُوَ وَاَمَرَهٗ فِی الدُّعَاءِ اَنْ یَّقُوْلَ (اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ) وَاِنَّمَا یَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ اِذَا کَانَ النَّبِیُّ ﷺ دَاعِیًا شَافِعًا لَّهٗ (۱)

(آپ ﷺ نے اسے دعا کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تم یوں دعا کرو (اے اللہ حضور ﷺ کی دعا میرے حق میں قبول فرما) تو انہوں نے اس لیے ان الفاظ میں دعا کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کے لیے دعا سفارش کرنے والے تھے)

جواب:

اس کا اہلِ علم نے نہایت ہی خوبصورت جواب دیا ہے کہ یہاں مراد آپ ﷺ

(۱) مجموعۃ الفتاوی، ۱: ۱۹۶

کی وہ روحانی دعا و سفارش ہے جو توسل کے بعد آپ ﷺ نے اس صحابی کے لیے کی یعنی پہلے آپ ﷺ نے اسے وضو، نماز اور توسل کی تعلیم دی، جب انہوں نے آپ ﷺ سے استغاثہ کیا تو بارگاہِ الٰہی سے ملی ہوئی طاقت سے آپ ﷺ اس توسل سے آگاہ ہوئے اور ان کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا و سفارش کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اُمت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں بلکہ آپ اعمالِ اُمت پر عینی شاھد ہیں۔

اسی روحانی دعا و سفارش کے بارے میں صحابی نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ حضور ﷺ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما

اہل علم کی چند تصریحات ملاحظہ کر لیجیے

۱۔ حضرت ملا علی قاری حنفی (ت، ۱۰۱۴) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں

یَا مُحَمَّدُ اِلْتِفَاتُ اِلَیْكَ وَتَضَرُّعُ لِاَنَّهٗ یَتَوَجَّهُ رُوْحُهٗ اِلَی اللهِ تَعَالٰی وَیُغْنِی السَّائِلَ عَمَّا سِوَاهُ وَعَنِ التَّوَسُّلِ اِلٰی غَیْرِ مَوْلَاهُ قَائِلًا اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اَیْ بِذَرِیْعَتِكَ (۱)

(اے محمد ﷺ یہ آپ ﷺ کی طرف توجہ اور آپ کی بارگاہ میں التجا و عاجزی ہے تا کہ آپ ﷺ کی روحِ مقدس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو کر سائل کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہونے سے بے نیاز کر دے یہ کہتے ہوئے کہ میں آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں)

آگے چل کر (اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ) کے تحت لکھتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے

یَا اَللّٰهُ اِجْعَلْهُ شَفِیْعًا اَوَّلًا فَاقْبِلْ شَفَاعَتَهٗ ثَانِیًا لِیُتِمَّ بِهِ الْمَقْصُوْدُ (۲)

(اے اللہ پہلے رسول اللہ ﷺ کو میرے حق میں شفیع بنا اور پھر ان کی شفاعت کو قبول فرما تا کہ میرا مقصد و حاجت حاصل ہو جائے)

۲۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) نے اِس بات کو اِن الفاظ میں اجاگر کیا ہے

(۱) الحرز الثمین، ۳۵۸

لِتُقْضٰی اَیْ لِیَقْضِهَا رَبُّكَ لِیْ شَفَاعَتَكَ سَأَلَ اللّٰهَ اَوَّلًا اَنْ یَّاْذَنَ لِنَبِیِّهٖ ﷺ اَنْ یَّشْفَعَ لِقَوْلِهٖ مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بِنَفْسِهَا شَفَاعَةً ثُمَّ مُقْبِلًا عَلٰی رَبِّهٖ اَنْ یَّقْبَلَهَا فَقَالَ (اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ) اَقْبِلْ شَفَاعَتَهٗ قِیْلَ لَمْ یَدْعُ لَهٗ بِنَفْسِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ یَخْتَرِ الصَّبْرَ مَعَ قَوْلِهٖ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكَ فَیَجْبِرُ خَاطِرَهٗ بِاَمْرِهٖ بِالْوُضُوْءِ وَاَنْ یَّدْعُوَ بِنَفْسِهٖ مُتَوَسِّلًا بِهٖ بِهٰذَا الدُّعَاءِ (۱)

(تاکہ آپ کا رب آپ کی سفارش سے میری حاجت پوری کردے پہلے صحابی نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ وہ اپنے نبی ﷺ کو اذن شفاعت عطا کرے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کرسکتا پھر شفاعت کے حصول کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف قبولیتِ شفاعت کے لیے متوجہ ہوکر عرض کیا اے اللہ! آپ ﷺ کی شفاعتِ میرے حق میں قبول فرما آپ ﷺ نے اس موقعہ پر خود دعا نہیں فرمائی کیونکہ انہوں نے صبر کی راہ نہیں اختیار کی حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے لیے بہتر ہے تو آپ ﷺ نے ان کی تسلی کے لیے حکم دیا وضو کرو خود مجھے وسیلہ بناتے ہوئے یہ دعا کرو)

۳۔ امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۹) الفاظِ روایت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں

ثُمَّ الْتَفَتَ خِطَابُهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اِلٰی خِطَابِ نَبِیِّهٖ ﷺ لِاَنَّهٗ وَاسِطَةٌ فِیْ كُلِّ مَایَصِلُ مِنَ الْاِحْسَانِ وَالْفَیْضِ الْاِلٰهِیْ (یَا مُحَمَّدُ ﷺ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ) اَیْ اَتَوَسَّلُ بِكَ فِیْمَا طَلَبْتُهٗ بِكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی (۲)

(۱) زرقانی علی المواہب، ۱۲، ۲۲۲

(پھر دعا میں اللہ تعالیٰ سے خطاب کے ساتھ اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہوئے کیونکہ آپ کی ذات، فیض الٰہی اور ہر نعمت کے لیے واسطہ ہے تو کہا ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ'' یعنی میں اپنی حاجت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ وسفارشی بناتا ہوں

۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے اس اعتراض کا جواب تفصیل سے دیا ہے ہم ان کی علمی و تحقیقی گفتگو من وعن شامل کر رہے ہیں، لکھتے ہیں

شیخ ابن تیمیہ نے یہ تو کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو اس حدیث سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہے، لیکن انہوں نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس میں کوئی ضُعف نہیں نکال سکے، علاوہ ازیں امام بیہقی کی روایت بیان کرنے کے بعد انہوں نے اسی روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کا متابع بھی بیان کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں، جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں، لہذا جب امام طبرانی کی روایت صحیح ہے اور اس روایت کی دوسری سند بھی صحیح ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے اپنے اقرار کے مطابق وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہو گیا، اور یہ واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا اور آپ کو یا محمد کے صیغہ سے ندا کرنا صحابہ کرام کے نزدیک جائز تھا، جب بھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا کی تلقین کی کہ ''اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کردے''

شیخ ابن تیمیہ نے اس بحث میں جو آخری اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے

۱۔ وَاِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ

(اگر تمہیں کوئی کام ہو تو اسی طرح کرو)

یہ حضرت عثمان بن حُنیف کے الفاظ ہیں، نبی ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں

۲۔ دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں (جیسا کہ گزر چکا ہے) اور اگر بالفرض یہ الفاظ ثابت ہوں تب بھی یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ اس سے زیادہ

سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے بعض الفاظ کافی ہیں ، کیونکہ انہوں نے مشروع دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دعا کے بعض الفاظ کہنے کا حکم دیا ہے

۳۔ حضرت عثمان بن حُنیف نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس طرح (یعنی حضور کے وسیلہ سے) دعا کرنا جائز ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ اس کیخلاف ہیں، کیونکہ اس نابینا صحابی نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اور اس کو یہ یقین تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں گے اور آپ نے اس کو حکم دعا دیا تھا کہ وہ دعا میں یہ کہے کہ "اے اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما" اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی ﷺ اس کیلئے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں، اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے، اس طریقہ سے دعا کرنا اور اور شفاعت طلب کرنا آپ کی حیات دنیاوی میں ہی درست تھا اور یا قیامت کے دن درست ہوگا جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔

پہلے سوال کا جواب:

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حُنیف ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے میں شیخ ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسرے سوال کا جواب:

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن خیثمہ کی اس روایت سے ہمارا استدلال نہیں ہے اگر اس پر شیخ کو اعتراض ہے تو اس روایت کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا استدلال تو امام طبرانی کی روایت سے ہے جس کے متعلق خود شیخ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ دو صحیح سندوں سے مروی ہے:

تیسرے سوال کا جواب:

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس درخواست کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یا اس درخواست پر مطلع کر دیتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ ہماری دعا کی قبولیت کے لیے اللہ تعالی کے حضور شفاعت کرتے ہیں اور اس میں کون سا شرعی یا عقلی استبعاد ہے؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حُسْنُهَا وَ سَیِّئُهَا

(حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری اُمت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں)

اس حدیث کے پیش نظر جب آپ کا کوئی اُمتی آپ سے دعا کی درخواست کرے گا تو آپ کو اس کا علم ہو جائے گا اور آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے، کیونکہ آپ نے لوگوں کو اپنے وسیلہ سے دعا کرنے اور دعا کی درخواست کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس ہدایت کو عام رکھا ہے اور اس میں حیات یا بعد از وفات کی قید نہیں لگائی

اس لیے شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی ﷺ اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے" کیونکہ حیات اور ممات میں وسیلہ کے جواز اور عدم جواز کا فرق، علم کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہوسکتا تھا اور آپ کو ہر دو صورت میں علم حاصل ہے، رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام مسلمانوں کیلئے قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور آپ کے افعال مسلمانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لیے اس کا کرنا ناجائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ

کے لیے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بردہ بن نیار کو ایک شش ماہ بکرے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تمہارے بعد کسی کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ ذَبَحَ اَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اَبْدِلْهَا فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ اِلَّا جَذَعَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَاَحْسِبُهُ قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اِجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تُجْزِئَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ

(حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی، نبی ﷺ نے فرمایا اس کے بدلہ میں قربانی کرو، انہوں نے کہا میرے پاس صرف چھ ماہ کا ایک بکرا ہے جو سال کے بکرے سے فربہ ہے، آپ نے فرمایا اس کے بدلہ میں اس کی قربانی کردو، اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے شش ماہہ بکرے کی قربانی جائز نہیں ہوگی)

نبی ﷺ نے یہ استثناء اس لیے فرمایا کہ نبی ﷺ کے تمام اقوال اور افعال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لیے حجت ہیں، اگر آپ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز ہوجاتی

ابن تیمیہ کا اعتراض:

شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے

وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ وَالصَّالِحُوْنَ وَاِنْ كَانُوْا اَحْيَاءً فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَ اِنْ قَدَرَ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَ لِلْاَحْيَاءِ وَ اِنْ وَرَدَتْ بِهِ اٰثَارٌ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّطْلُبَ مِنْهُمْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ اَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ لِاَنَّ ذٰلِكَ ذَرِيْعَةٌ

بِخِلَافِ الطَّلَبِ مِنْ اَحَدِهِمْ فِيْ حَيَاتِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يُفْضِيْ اِلَى الشِّرْكِ(۱)

(ہر چند کہ انبیاء اور صلحاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لئے ان سے دعا طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے)

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی ﷺ اس نابینا صحابی سے فرما دیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرک کا سبب ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا۔ اور جب نبی ﷺ نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے اور صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا اسی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ کے بعد ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابی رسول کے طریقہ کی اتباع کرنا، شیخ ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔

دوسرا باب:

دورِ عثمانی اور ندائے یا محمد صلی اللہ علیک وسلم

(بعد از وصال نبوی ﷺ بھی صحابہ کا آپ سے استغاثہ کرنا)

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ، رسول اللہ ﷺ کو بطور استغاثہ اور مدد پکارتے اور پریشانی کے وقت اس وظیفہ وعمل کی تعلیم دیتے

ہم یہاں ایک ایسا واقعہ ذکر کئے دیتے ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا اور اس میں صحابی رسول صلی اللہ علیک وسلم نے دوسرے کو ندا یا محمد صلی اللہ علیک وسلم کی تعلیم دی انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا تو ان کی حاجت پوری ہوگئی

امام سلیمان بن احمد طبرانی (ت،۳۶۰) اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور نہ اس کے کسی کام کی طرف دھیان دیتے ایک دن اس کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو اس نے معاملہ بتایا تو میں نے اس سے کہا وضو کر کے مسجد میں دو رکعات نماز ادا کرو اور یوں دعا کرو، اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اپنے نبی رحمت محمد کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَيَقْضِي لِي حَاجَتِي

(اے محمد میں آپ کے واسطہ سے آپ کے رب عز وجل کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری فرما دے)

پھر اپنی حاجت کا تذکرہ کرو اور میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ جاؤں

اس شخص نے جا کر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر اس عمل کو کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا

فَجَاءَ الْبَوَّابُ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ فَأَدْخَلَهُ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى الطِّنْفِسَةِ وَقَالَ مَا حَاجَتُكَ؟ فَذَكَرَ حَاجَتَهُ فَقَضَاهَا لَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا ذَكَرْتَ حَاجَتَكَ حَتَّى كَانَتْ هَذِهِ السَّاعَةُ وَقَالَ مَا كَانَتْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَأْتِنَا

(دربان نے ان کا دروازہ کھول دیا اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام بتایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا اس وقت تک مجھے آپ کا کام یاد نہ رہا جب بھی کام ہو میرے پاس آجایا کرو)

پھر اس شخص کی ملاقات حضرت ابن حُنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اس معاملہ کی طرف غور کرتے تھے حتی کہ تم نے ان کے ہاں میری سفارش کی۔

حضرت ابن حُنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا کی قسم، میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تمہاری کوئی سفارش نہیں کی ہاں ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنے نابینا پن کے بارے میں عرض کی آپ ﷺ نے فرمایا صبر کر سکتے ہو اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا کوئی معاون نہیں اور میرے لیے بڑی مشکل ہے آپ ﷺ نے فرمایا وضو خانے جاؤ، وضو کرو پھر دو رکعات نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو

حضرت ابن حُنیف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابھی ہم مجلس سے الگ ہوئے نہ تھے اور نہ ہی طویل گفتگو ہوئی تھی کہ وہ نابینا شخص آگیا کہ پہلے نابینا ہی نہ تھا

وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ (۱) یہ حدیث صحیح ہے

امام نورالدین علی ہیثمی (ت،۸۰۷) لکھتے ہیں امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حدیث نقل کی ہے مگر واقعہ ذکر نہیں کیا البتہ امام طبرانی نے سابقہ واقعہ نقل کر کے فرمایا

وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ (۲) یہ حدیث صحیح ہے

امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (ت،۶۵۶) نے بھی امام طبرانی سے اس کا صحیح ہونا نقل کیا ہے (۳)

صحتِ واقعہ پر اہم دلیل

پیچھے تفصیل کے ساتھ آچکا ہے کہ حدیثِ ضریر کی صحت پر اُمت کا اتفاق واجماع ہے جب اس حدیث کی صحت مسلمہ ہے تو واقعہ کی صحت کو بھی تسلیم کرنا لازم و ضروری ہے کیونکہ جس سند کے ساتھ حدیث مروی ہے واقعہ کی سند بھی وہی ہے جب دونوں کی سند ایک ہے تو پھر ایک کو صحیح اور دوسرے کو کذب وجھوٹ قرار دینا سوائے ظلم کے کچھ نہیں

عظیم محدث شیخ عبداللہ صدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) ایک مخالف کا یہ قول نقل کرتے ہیں

اَلْقِصَّةُ الَّتِىْ حَصَلَتْ فِىْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهَا مَكْذُوْبَةٌ

(حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور کا یہ واقعہ سراسر جھوٹ ہے)

پھر اس کا رد ان الفاظ میں کیا

اِنَّ تَكْذِيْبَ الْمُتَنَطِّعِ لِلْقِصَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ يَتَنَافٰى مَعَ قَوْلِهٖ سَابِقًا اَنَّ التِّرْمِذِىَّ قَالَ الْحَدِيْثُ حَسَنٌ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ حَسَنًا فَيَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ الْقِصَّةُ كَذٰلِكَ لِاَنَّهَا مَرْوِيَّةٌ بِاِسْنَادِ الْحَدِيْثِ بِنَفْسِهٖ وَمَا اَوْقَعَ الْمُتَنَطِّعَ فِىْ هٰذَا التَّنَافِىْ اِلَّا جَهْلُهٗ وَعَدَمُ

(۱) المعجم الصغیر، ۱۔ ۱۸۳

(۲) مجمع الزوائد، ۱۰۔ ۵۶۵

اِطِّلَاعِهٖ (۱)

(اس متعصب کا مذکورہ واقعہ کو جھوٹا قرار دینا اس کے سابق اس قول کے منافی ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا یہ اس لئے کہ جب حدیث حسن ہے تو اس واقعہ کا بھی حسن ہونا لازم ہوگا کیونکہ یہ حدیث کی اسی سند سے مروی ہے تو ضدی اپنے عدمِ مطالعہ اور جہالت کی وجہ سے اس منافات میں پڑ گیا)

دو سوالات کا جواب:

مخالفین کی طرف سے یہاں دو سوالات کیے جاتے ہیں ہم ان کا جواب بھی عرض کیے دیتے ہیں۔

پہلا سوال:

اس واقعہ کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ طعن لازم آتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کا خیال نہیں رکھتے تھے، لوگ ان کے پاس حاجات کے لیے آتے مگر وہ متوجہ ہی نہ ہوتے تو یہ خلیفہ راشد کی شان کے خلاف ہے، شیخ غماری نے یہ اعتراض یوں نقل کیا

۱۔ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ كُلُّهَا مَكْذُوْبَةٌ يُكَذِّبُهَا مِنْ اَسَاسِهَا اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ لَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ مَعَ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ لَكَانَ ظَالِمًا

(یہ واقعہ اور اضافہ سرے سے ہی جھوٹ ہے کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کسی کے ساتھ ایسا کریں گے تو وہ ظالم قرار پائیں گے

۲۔ وَقَدْ خَلَتْ مِنْهَا كُتُبُ السُّنَّةِ كُلُّهَا

(اور اس واقعہ سے تمام کتب حدیث وسنت خالی ہیں)

جواب:

شیخ موصوف نے معترض کی دونوں باتوں کا جواب یہ دیا کہ پہلی بات کا جواب

(۱) [illegible] ۱۴۳

واقعہ کے آخری الفاظ ہیں کہ میں تمہاری حاجت و کام بھول گیا تھا آج مجھے یاد آیا۔ الفاظ یہ ہیں۔

مَاذَكَرْتُ حَاجَتَكَ حَتّٰى كَانَتْ هٰذِهِ السَّاعَةُ (۱)

(مجھے آپ کی حاجت یاد نہیں رہی یہاں تک کہ یہ وقت آ گیا)

اور نسیان و بھول جانے میں کوئی گرفت و پکڑ نہیں

دوسرا اعتراض کہ یہ کہنا کہ اس واقعہ سے کتب سنت خالی ہیں یہ سراسر اس کی جہالت اور مطالعہ کی کمی ہے اس لیے کہ یہ واقعہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے ان کتب کا حوالہ اوپر گزرا ہے، بعض کتب حدیث کے نام یہ ہیں۔

۱۔ المعجم الصغیر للطبرانی ۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ۳۔ الترغیب والترھیب للمنذری ۴۔ مجمع الزوائد للہیثمی ۵۔ المستدرک للحاکم ۶۔ مسند احمد

دوسرا سوال۔ روایت طبرانی اور دیگر کی روایات میں تعارض:

کچھ کم علم لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ صحیح ترمذی کی روایت اور طبرانی کی روایت میں تعارض ہے وہ یوں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس واقعہ کا تذکرہ نہیں حالانکہ طبرانی میں ہے۔

جواب:

اسے تعارض نہیں کہا جا سکتا کیونکہ محدثین کا یہ مسلمہ طریقہ ہے کہ آئمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض تفصیل کے ساتھ روایت کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات ایک ہی حدیث کو اپنی کتاب کے ایک باب میں اجمالاً جبکہ دوسرے باب میں اسی حدیث کو تفصیلاً ذکر کر دیتے ہیں اس کی بکثرت مثالیں بخاری میں بھی دیکھی جا سکتیں ہیں۔

عظیم محقق علامہ غلام رسول سعیدی اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

کہ ایک حدیث کو بعض ائمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض ائمہ تفصیل کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اعتراض کا محل یہ تھا کہ اس روایت کی سند صحیح نہ

(۱) المعجم الصغیر، ۱۔ ۱۸۴

روایت ضعیف ہوتی اور جب شیخ ابن تیمیہ نے خود بیان کیا کہ طبرانی کی مفصل روایت دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے تو پھر اعتراض کی کیا گنجائش ہے

شیخ ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے

قَالَ الطَّبْرَانِیُّ رَوٰی هٰذَا الْحَدِيْثَ شَيْبَةُ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَاسْمُهٗ عُمَرُ بْنُ اَبِیْ يَزِيْدَ وَهُوَ ثِقَةٌ تَفَرَّدَ بِهٖ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ الْمُقَدَّسِیُّ وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ قُلْتُ وَالطَّبْرَانِیُّ ذَكَرَ تَفَرُّدَهٗ بِمَبْلَغِ عِلْمِهٖ وَلَمْ يَبْلُغْهُ رِوَايَةُ رَوْحِ ابْنِ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَذٰلِكَ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ يُبَيِّنُ اَنَّهٗ لَمْ يَنْفَرِدْ بِهٖ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ (۱)

(طبرانی نے کہا اس حدیث کو شیبہ نے ابو جعفر سے روایت کیا اور اس کا نام عمر بن ابی یزید ہے اور وہ ثقہ ہے، عثمان بن عمر شعبہ سے اس روایت میں متفرد ہے۔ ابو عبداللہ مقدسی نے کہا حدیث صحیح ہے، میں کہتا ہوں امام طبرانی نے اپنے مطالعہ کے اعتبار سے عثمان بن عمر کو متفرد قرار دیا انھیں معلوم نہیں کہ روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن عمر روایت کرنے میں متفرد نہیں)

(۱) فتاوی ابن تیمیہ، ۱، ۲۷۴

فصل:

واقعہ پراعتراضات کاازالہ

ہم یہاں امام عبد اللہ صدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) کی وہ قیمتی گفتگو نقل کیے دیتے ہیں جوانہوں نے البانی کا رد کرتے ہوئے تحریر کی ہے اس سے اس روایت وواقعہ پروارداعتراضات کاازخودازالہ بھی ہوجاتا ہے، لکھتے ہیں

صَحَّحَهُ الطَّبْرَانِيُّ، وَ تَعَقَّبَهُ حَمْدِيُّ السَّلَفِي بِقَوْلِهِ : لَا شَكَّ فِي صِحَّةِ الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ، وَ إِنَّمَا الشَّكُّ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ الَّتِي يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلَى التَّوَسُّلِ الْمُبْتَدَعِ، وَهِيَ انْفَرَدَ بِهَا شَبِيْبٌ كَمَا قَالَ الطَّبْرَانِيُّ، وَشَبِيْبٌ لَا بَأْسَ بِحَدِيْثِهِ بِشَرْطَيْنِ أَنْ يَّكُوْنَ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِهِ أَحْمَدَ عَنْهُ، وَأَنْ يَّكُوْنَ مِنْ رِوَايَةِ شَبِيْبٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ ۔ وَالْحَدِيْثُ رَوَاهُ عَنْ شَبِيْبٍ ابْنِ وَهْبٍ وَوَلَدَاهُ إِسْمَاعِيْلُ وَ أَحْمَدُ، وَ قَدْ تَكَلَّمَ الثِّقَاتُ فِي رِوَايَةِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ شَبِيْبٍ، وَ ابْنُهُ إِسْمَاعِيْلُ لَا يُعْرَفُ، وَ أَحْمَدُ وَ إِنْ رَوَى الْقِصَّةَ عَنْ أَبِيْهِ إِلَّا أَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ طَرِيْقِ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، ثُمَّ اخْتُلِفَ فِيْهَا عَنْ أَحْمَدَ، فَرَوَاهُ ابْنُ السُّنِّيِّ فِي عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ وَالْحَاكِمُ مِنْ ثَلَاثَةِ طُرُقٍ بِدُوْنِ ذِكْرِ الْقِصَّةِ، وَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ طَرِيْقِ عَوْنِ بْنِ عُمَارَةَ الْبَصْرِيِّ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ بِهِ،

قَالَ شَيْخُنَا مُحَمَّدُ نَاصِرُ الدِّيْنِ الْأَلْبَانِي: وَعَوْنُ هٰذَا وَإِنْ كَانَ ضَعِيْفًا فَرِوَايَتُهُ أَوْلَى مِنْ رِوَايَةِ شَبِيْبٍ لِمُوَافَقَتِهَا لِرِوَايَةِ شُعْبَةَ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْخَطْمِيِّ ۔

(امام طبرانی نے اس حدیث اور واقعہ کو صحیح قرار دیا، حمدی سلفی نے امام طبرانی کا ان الفاظ کے ساتھ تعاقب وردکیا۔ حدیث مرفوع کی صحت میں تو کوئی شک نہیں، شک تو اس قصہ میں ہے جس سے ایسے توسل پر استدلال کیا جاتا ہے جو بدعت ہے اور اس قصہ کو اکیلے شبیب نے روایت کیا ہے جیسا کہ طبرانی نے کہا، شبیب کی حدیث میں دو شرائط کے ساتھ کوئی حرج نہیں ایک تو یہ کہ اس کا بیٹا احمد اس سے روایت کرے۔ دوسرا کہ شبیب یونس بن یزید سے روایت کرے۔ اور اس حدیث کو شبیب سے ابن وہب اور اس کے دونوں بیٹوں اسماعیل اور احمد نے روایت کیا ہے اور روایت ابن وہب عن شبیب کے بارے میں ثقہ محدثین نے کلام کیا ہے اور اس کا بیٹا اسماعیل غیر معروف ہے اور احمد نے یہ قصہ اگرچہ باپ سے روایت کیا مگر یہ یونس بن یزید کے طریق سے نہیں ہے پھر احمد سے روایت میں مختلف طرق ہیں اسے ابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور حاکم نے تین طریقوں سے اس قصہ کے ذکر کے بغیر روایت فرمایا اور حاکم نے اس کو عون بن عمارۃ البصری عن روح بن القاسم سے اس قصہ کے ساتھ روایت فرمایا، ہمارے شیخ ناصر الدین البانی نے بیان کیا کہ یہ عون اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی روایت شبیب کی روایت پر مقدم ہے کیونکہ یہ شعبہ اور حماد بن سلمہ عن ابی جعفر الخطمی کی روایت کے موافق ہے)

واقعہ کی سند صحیح ہے:

اس کا رد کرتے ہوئے شیخ غماری نے لکھا

مذکورہ کلام میں تدلیس، جھوٹ اور تحریف ہے جس کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں

(اولاً) پہلی بات یہ ہے۔ هٰذِهِ الْقِصَّةُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي

دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ مِنْ طَرِيْقِ يَعْقُوْبَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرِ الْخَطْمِيِّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَذَكَرَ الْقِصَّةَ بِتَمَامِهَا ۔ وَيَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ هُوَ الْفَسَوِيُّ الْحَافِظُ الْاِمَامُ الثِّقَةُ، بَلْ هُوَ فَوْقَ الثِّقَةِ، وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ فَالْقِصَّةُ صَحِيْحَةٌ جِدًّا وَقَدْ وَافَقَ عَلٰى تَصْحِيْحِهَا اَيْضًا اَلْحَافِظُ الْمُنْذِرِيُّ فِي التَّرْغِيْبِ والحافظ الهيثمي فی مجمع الزوائد (۲،۲۷۹،ج۲،۶۰۶)

(اس واقعہ کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس سند (یعقوب بن سفیان حدثنا احمد بن شبیب بن سعید حدثنا ابی عن روح بن القاسم عن ابی جعفر الخطمی عن ابی امامہ بن سہل بن حُنیف عن عمہ عثمان بن حنیف) سے روایت کیا ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا پھر پورا واقعہ ذکر کیا، یعقوب بن سفیان فسوی حافظ حدیث 'امام' ثقہ بلکہ ثقہ سے بھی بلند ہے اور یہ سند بالکل صحیح ہے اور حافظ منذری نے بھی ترغیب میں (ج ۲ ص ۶۰۶ اور حافظ ہیثمی نے مجمع الزاوئد جلد ۲ ص ۲۷۹) اسے صحیح قرار دینے میں ان کی موافقت کی ہے)

باپ بیٹا دونوں ثقہ ہیں:

(ثانیاً) دوسری بات یہ ہے

اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ، رَوٰى عَنْهُ فِي الصَّحِيْحِ وَفِي الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ ۔ وَثَّقَهُ اَبُوْ زُرْعَةَ وَاَبُوْ حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ وَالذَّهَبِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ ۔ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ: كَانَ عِنْدَهُ كُتُبُ يُوْنُسَ

بْنِ زَيْدٍ، وَهُوَ صَالِحُ الْحَدِيْثِ لَا بَاسَ بِهِ، وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: وَلِشَبِيْبٍ نُسْخَةُ الزُّهْرِيِّ عِنْدَهُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَحَادِيْثُ مُسْتَقِيْمَةٌ ۔ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ: ثِقَةٌ كَانَ يَخْتَلِفُ فِيْ تِجَارَةٍ اِلٰى مِصْرَ وَكِتَابُهُ كِتَابٌ صَحِيْحٌ، هٰذَا مَا يَتَعَلَّقُ بِتَوْثِيْقِ شَبِيْبٍ، وَلَيْسَ فِيْهِ اِشْتِرَاطُ صِحَّةِ رِوَايَتِهِ بِاَنْ تَكُوْنَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، بَلْ صَرَّحَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ بِاَنَّهُ كِتَابُهُ صَحِيْحٌ ۔ وَابْنُ عَدِيٍّ اِنَّمَا تَكَلَّمَ عَلٰى نُسْخَةِ الزُّهْرِيِّ عَنْ شَبِيْبٍ فَقَطْ، وَلَمْ يَقْصُدْ جَمِيْعَ رِوَايَاتِهِ، فَمَا ادَّعَاهُ الْاَلْبَانِيُّ تَدْلِيْسٌ وَخِيَانَةٌ ۔ يُؤَكِّدُ ذٰلِكَ اَنَّ حَدِيْثَ الضَّرِيْرِ صَحَّحَهُ الْحُفَّاظُ وَلَمْ يَرْوِهٖ شَبِيْبٌ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَاِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، وَدَعْوَاهُ ضُعْفُ الْقِصَّةِ بِالْاِخْتِلَافِ فِيْهَا حَيْثُ لَمْ يَذْكُرْهَا بَعْضُ الرُّوَاةِ عِنْدَ ابْنِ السُّنِّيِّ وَالْحَاكِمِ، لَوْنٌ آخَرُ مِنَ التَّدْلِيْسِ لِاَنَّ مِنَ الْمَعْلُوْمِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ بَعْضَ الرُّوَاةِ يَرْوِي الْحَدِيْثَ وَمَا يَتَّصِلُ بِهٖ كَامِلًا، وَ بَعْضُهُمْ يَخْتَصِرُ مِنْهُ بِحَسَبِ الْحَاجَةِ ۔ وَالْبُخَارِيُّ يَفْعَلُ هٰذَا اَيْضًا، فَكَثِيْرًا مَا يَذْكُرُ الْحَدِيْثَ مُخْتَصَرًا اَوْ يُوْجَدُ عِنْدَ غَيْرِهٖ تَامًّا ۔ وَالَّذِيْ ذَكَرَ الْقِصَّةَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ اِمَامٌ قَدْ يَقُوْلُ عَنْهُ اَبُوْ زُرْعَةَ الدِّمَشْقِيُّ: قَدِمَ عَلَيْنَا رَجُلَانِ مِنْ نُبَلَاءِ النَّاسِ اَحَدُهُمَا وَاَرْحَلُهُمَا يَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ يَعْجِزُ اَهْلُ الْعِرَاقِ اَنْ يَرَوْا مِثْلَهُ رَجُلًا (۱)

---

(۱) تہذیب التہذیب ۱۱،۳۳۸

(احمد بن شبیب رجال بخاری میں سے ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح اور ادب المفرد میں اس سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابوزرعہ عراقی اور ابوحاتم، امام نسائی، ذھبی، امام دارقطنی اور طبرانی نے اوسط میں اسے ثقہ قرار دیا ہے، امام ابوحاتم کہتے ہیں اس کے پاس یونس بن یزید کی کتب ہیں وہ صالح الحدیث ہیں اس سے نقلِ حدیث میں کوئی حرج نہیں، ابن عدی کہتے ہیں کہ شبیب کے پاس زھری کا نسخہ ہے اور اس کے پاس یونس عن الزھری سے مروی صحیح احادیث ہیں۔ ابن مدینی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے وہ تجارت کی غرض سے مصر آتا جاتا رہتا ہے اور اس کی کتاب' کتاب ثقہ ہے، یہ ہیں وہ ائمہ کے تبصرے جن کا تعلق شبیب کے ثقہ ہونے سے ہے اور ان میں اس کی روایت کے صحیح ہونے کے لیے یونس بن یزید سے روایت کرنے کی شرط کا کہیں ذکر نہیں بلکہ ابن مدینی نے تصریح کی ہے کہ اس کی کتاب صحیح'' اور ابن عدی نے صرف نسخہ زھری عن شبیب کے بارے کلام فرمایا ہے جس میں یونس بن یزید کے علاوہ باقی شیوخ سے بھی روایت ہے۔ اور انہوں نے تمام روایات پر کلام کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ البانی کا دعویٰ، تدلیس اور خیانت ہے۔ مذکورہ بالا کلام سے یہ حقیقت پختگی سے ثابت ہو جاتی ہے کہ حفاظِ محدثین نے حدیث ضریر (نابینا) کو صحیح قرار دیا ہے اگرچہ انہوں نے شبیب عن یونس عن زھری سے اسے روایت نہیں کیا بلکہ صرف روح بن قاسم سے روایت کیا ہے اور البانی کا اس واقعہ کے ضعیف ہونے کا دعویٰ اس وجہ سے کرنا کہ ابن سنی اور حاکم کے بعض راویوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ایک اور انداز کی تدلیس ہے کیونکہ اہل علم کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ بعض راوی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور جو واقعہ اس کے ساتھ متصل ہو اس کو بھی کامل طور پر ذکر کر دیتے ہیں اور بعض بقدر ضرورت اختصار سے کام لیتے ہیں خود امام بخاری بھی اکثر ایسا کرتے ہیں کہ وہ حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں جبکہ باقی محدثین مکمل حدیث ذکر کرتے ہیں بیہقی کی روایت میں اس واقعہ کو

اس جلیل القدر امام نے ذکر کیا ہے امام ابوزرعہ دمشقی ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس جلیل القدر لوگوں میں سے دو شخص آئے ان میں سے ایک اور ان دونوں میں سے (حصول علم کے لیے) زیادہ سفر کرنے والے یعقوب بن سفیان ہیں جس کی مانند اہل عراق نے کوئی اور کسی کو نہیں دیکھا)

تدلیس کی تیسری صورت:

والثالثة رِوَايَةَ عَوْنِ الضَّعِيْفِ عَلٰى مَنْ زَادَ الْقِصَّةَ، لون ثالث مِنَ التَّدْلِيْسِ وَالْغَشِّ ـ فَاِنَّ الْحَاكِمَ رَوَى حديث الضَّرِيْرِ مِنْ طَرِيْقِ عَوْنٍ مُخْتَصَرًا ثُمَّ قَالَ: تَابَعَهٗ شبيب ابْنُ سَعِيْدِ الْحَبْطِي عَنْ رَوْحِ بْنِ قَاسِمٍ زِيَادَاتٍ فِي الْمَتْنِ وَالْاِسْنَادِ، وَالْقَوْلُ فِيْهِ قَوْلُ شَبِيْبٍ فَاِنَّهٗ ثقة مَامُوْنٌ، هٰذَا كَلَامُ الْحَاكِمِ، وَ هُوَ يُؤَكِّدُ مَاتقرّرَ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ وَ الْاُصُوْلِ اَنَّ زَيَادَةَ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ، وَ اَنَّ مَنْ حَفِظَ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ لَمْ يَحْفَظْهُ ـ وَالْاَلْبَانِيْ رَأٰى كَلَامَ الْحَاكِمِ لٰكِنْ لَّمْ يُعْجِبْهُ لِذٰلِكَ ضَرَبَ عَنْهُ صَفْحًا، وَ تَمَسَّكَ بِاَوْلَوِيَةِ رَوَايَةِ عَوْنِ الضَّعِيْفِ عِنَادًا وَخِيَانَةً،

(اور البانی کا ضعیف راوی کی روایت کو روایت عون پر مقدم کرنا (اس شخص کی روایت پر جس نے قصہ میں اضافہ نقل کیا ہے) یہ ملاوٹ اور تدلیس کی تیسری قسم ہے کیونکہ امام حاکم نے حدیث ضریر کو عون کے طریق سے مختصر روایت کر کے فرمایا کہ شبیب بن سعید الحبطی عن روح بن قاسم نے اس کی متابعت کی ہے جس کی روایت میں متن اور سند میں شبیب کا قول ہی فیصل ہے کیونکہ وہ ثقہ مامون ہے اسے وہ اصول موکد

کرتا ہے جو علمائے حدیث واصول کے نزدیک مسلمہ اور ثابت ہے کہ ثقہ کا اضافہ مقبول ہے اور محفوظ رکھنے والا نہ محفوظ رکھنے والے پر حجت ہوتا ہے، البانی نے حاکم کا کلام دیکھا لیکن اسے پسند نہ آیا تو اس نے اس سے اعراض کیا اور اپنے بغض اور خیانت کی بناء پر دلیل کے لیے ضعیف راوی عون والی روایت کو اولیٰ قرار دے دیا)

لثاً) تیسری بات یہ ہے

تَبَيَّنَ مِمَّا اَوْرَدْنَاهُ وَ حَقَّقْنَاهُ فِيْ كَشْفِ تَدْلِيْسِ الْاَلْبَانِيْ وَ غِشِّهٖ اَنَّ الْقِصَّةَ صَحِيْحَةٌ جِدًّا رَغْمَ مُحَاوَلَاتِهٖ وَ تَدْلِيْسَاتِهٖ وَ هِيَ تُفِيْدُ جَوَازَ التَّوَسُّلِ بِالنَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ اِنْتِقَالِهٖ، لِاَنَّ الصَّحَابِيَّ رَاوِيَ الْحَدِيْثِ فَهِمَ ذٰلِكَ، وَ فَهْمُ الرَّاوِيْ لَهٗ قِيْمَتُهُ الْعِلْمِيَّةُ، وَلَهٗ وَزْنُهٗ فِيْ مَجَالِ الْاِسْتِنْبَاطِ - وَاِنَّمَا قُلْنَا اِنَّ الْقِصَّةَ مِنْ فَهْمِ الصَّحَابِيْ، عَلٰى سَبِيْلِ التَّنَزُّلِ، وَالْحَقِيْقَةُ اَنَّ مَا فَعَلَهٗ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ اِرْشَادِهِ الرَّجُلَ اِلَى التَّوَسُّلِ، كَانَ تَنْفِيْذًا لِّمَا سَمِعَهٗ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا ثَبَتَ فِيْ حَدِيْثِ الضَّرِيْرِ قَالَ ابْنُ اَبِيْ خَيْثَمَةَ فِيْ تَارِيْخِهٖ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَعْمٰى اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: اِنِّيْ اُصِبْتُ فِيْ بَصَرِيْ فَادْعُ اللهَ لِيْ قَالَ: ''اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ وَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ رَدِّ بَصَرِيْ اَللّٰهُمَّ فَتَشَفَّعْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ وَشَفِّعْ نَبِيِّيْ فِيْ رَدِّ بَصَرِيْ وَاِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ

وقال ذلك'' إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ - وَالْجُمْلَةُ الْاَخِيْرَةُ مِنَ الْحَدِيْثِ تُصَرِّحُ بِاِذْنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي التَّوَسُّلِ بِهٖ عِنْدَ عُرُوْضِ حَاجَةٍ تَقْتَضِيْهِ - وَقَدْ اَعَلَّ ابْنُ تَيْمِيَةَ هٰذِهِ الْجُمْلَةَ بِعِلَلٍ وَاهِيَةٍ - بَيَّنْتُ بُطْلَانَهَا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَحَلِّ وَابْنُ تَيْمِيَةَ جَرٰى فِيْ رَدِّ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ لَا يُوَافِقُ غَرَضَهٗ - وَلَوْ كَانَ فِي الصَّحِيْحِ - مِثَالُ ذٰلِكَ: رَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ حَدِيْثًا: ''كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهٗ'' وَهُوَ مُوَافِقٌ لِدَلَائِلِ النَّقْلِ وَالْعَقْلِ وَالْاِجْمَاعِ الْمُتَيَقَّنِ - لٰكِنَّهٗ خَالَفَ رَأْيَهٗ فِي اعْتِقَادِهٖ قِدَمَ الْعَالَمِ، فَعَمَدَ اِلٰى رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيْ اَيْضًا فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِلَفْظِ 'كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ'' فَرَجَّحَهَا عَلَى الرِّوَايَةِ الْمَذْكُوْرَةِ، بِدَعْوٰى اَنَّهَا تُوَافِقُ الْحَدِيْثَ الْاٰخَرَ ''اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ'' - قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ: مَعَ اَنَّ قَضِيَّةَ الْجَمْعِ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ تَقْتَضِيْ حَمْلَ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ عَلَى الْاُوْلٰى لَا الْعَكْسِ، وَالْجَمْعُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّرْجِيْحِ بِالْاِتِّفَاقِ - اه - قُلْتُ: تَعَصُّبُهٗ لِرَأْيِهٖ اَعْمَاهُ عَنْ فَهْمِ الرِّوَايَتَيْنِ اللَّتَيْنِ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا تَعَارُضٌ، لِاَنَّ رِوَايَةَ ''كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ'' تُفِيْدُ مَعْنٰى اِسْمِهٖ 'الْاَوَّلِ بِدَلِيْلِ ''اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ'' وَرِوَايَةُ ''كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهٗ'' تُفِيْدُ مَعْنٰى اِسْمِهِ الْوَاحِدِ بِدَلِيْلِ رِوَايَةِ ''كَانَ اللهُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ'' مِثَالٌ ثَانٍ: حَدِيْثُ اَمْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ الشَّارِعَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَتَرْكِ بَابِ

عَلِيّ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ، حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، أَخطَأَ اِبْنُ الْجَوْزِي بِذِكْرِهٖ فِي الْقَوْلِ الْمُسَدَّدِ، وَاِبْنُ تَيْمِيَةَ لِاِنْحِرَافِهٖ عَنْ عَلِيّ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ كَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ ـ لَمْ يَكْفِهٖ حُكْمُ اِبْنِ الْجَوْزِي بِوَضْعِهٖ فَزَادَ مِنْ كِيْسِهٖ حِكَايَةَ اِتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِيْنَ عَلٰى وَضْعِهٖ، وَاَمْثِلَةُ رَدِّهٖ لِلْاَحَادِيْثِ الَّتِيْ يَرُدُّهَا لِمُخَالَفَةِ رَأْيِهٖ كَثِيْرَةٌ يُعَسِّرُ تَتَبُّعُهَا

(البانی کی تدلیس اور دھوکے کے بارے جو ہم نے تحقیق پیش کی ہے اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ مذکورہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ البانی کی تدلیسات اور حیلہ سازیوں کے باوجود یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے وسیلہ پر ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ حدیث بیان کرنے والے صحابی ہیں اور انہوں نے اس سے یہی سمجھا ہے۔ حدیث کو سمجھنے کے بارے راوی کے فہم کی علمی قدر و قیمت ہوتی ہے اور استدلال کے میدان میں اس کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ ہم علی سبیل التنزل یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ واقعہ صحابی کا فہم ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے جو اس شخص کو توسل کی طرف رہنمائی فرمائی ہے وہ اسی حکم کا نفاذ ہے جو انہوں نے حضور ﷺ سے سنا ہے جیسا کہ حدیث ضریر سے ثابت ہے، امام ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو روایت کیا ہم سے بیان کیا مسلم بن ابراھیم نے' انہوں نے حماد بن سلمہ سے انہوں نے ابوجعفر الخطمی سے اور انہوں نے حضرت عثمان بن حُنیف سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بینائی چلی گئی ہے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کرو دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی' نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی

شفاعت کو میرے حق میں اور میرے نبی کی شفاعت کو میری بینائی کو لوٹانے میں قبول فرما اور اگر کوئی حاجت پیش آجائے تو اس طرح کر لیا کرو اس حدیث کی سند صحیح ہے حدیث پاک کا آخری جملہ 'اِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ' واضح کر رہا ہے کہ جس وقت بھی کوئی حاجت پیش آجائے جس کا تقاضا نبی اکرم ﷺ کا توسل ہو تو نبی اکرم ﷺ کی جانب سے اس کی اجازت ہے اور ابن تیمیہ نے حدیث کے اس آخری جملہ کو کئی کمزور علتوں سے معلول کرنے کی کوشش کی ہے ہم نے اس قول کا بطلان دوسرے مقام (امام غماری کی کتاب ''مصباح الزجاجہ'' میں اس کی تفصیل ہے اس کا ترجمہ بنام 'نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال اُمت چھپ گیا ہے) پر واضح کیا ہے ابن تیمیہ ہر اُس حدیث کو رد کرنے میں بڑی جسارت سے کام لیتا ہے جو اس کی غرض کے موافق نہ ہو اگرچہ وہ حدیث صحیح ہو امام بخاری نے بخاری میں اس حدیث کو روایت کیا، كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْئٌ غَيْرَهٗ ''اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی یہ حدیث دلائل عقلیہ ونقلیہ اور اجماع یقینی کے مطابق ہے لیکن یہ حدیث ابن تیمیہ کے اعتقاد کہ عالم قدیم ہے کے خلاف ہے لہٰذا اس نے بخاری کی ایک اور روایت کا ذکر کیا جس کے الفاظ یہ ہیں، ''کان الله ولم یکن شیء قبله'' اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اس نے اس روایت کو مذکورہ روایت پر ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ یہ ایک دوسری حدیث کے موافق ہے اور وہ یہ ہے 'اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْئٌ تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ جمع بین الروایتین کے اصول کا تقاضا یہ ہے کہ اس روایت کو' پہلی مذکورہ روایت پر محمول کیا جائے نہ کہ اس کے خلاف اور متعارض احادیث کو جمع کرنا اور ان میں موافقت پیدا کرنا بالاتفاق ان کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے سے مقدم ہے میں کہتا ہوں ابن تیمیہ کو اس کے تعصب نے ایسی دو روایتوں کو سمجھنے سے اندھا کر دیا ہے جن کے

درمیان کوئی تعارض ہی نہیں کیونکہ روایت کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیٔ قبلہ، اللہ تعالیٰ کے اسم اول کا مفہوم دے رہی ہے اس پر دلیل یہ حدیث

اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ ہے

اور روایت کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ یہ اللہ تعالیٰ کے اسم واحد پر دال ہے دلیل یہ ارشاد نبوی ہے کَانَ اللّٰہُ قَبْلَ کُلِّ شَیْئٍ دوسری مثال: حدیث میں ہے رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ میں کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ والا دروازہ کھلا رہنے دیا یہ حدیث صحیح ہے امام ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کر کے خطاو غلطی کی ہے حافظ ابن حجرؒ نے القول المسدد، میں امام ابن جوزی کا رد کیا ہے، ابن تیمیہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منحرف ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے لہذا اس کو ابن جوزی کے اس حکم (یہ حدیث موضوع ہے) سے تسلی نہ ہوئی تو اس نے اپنی جیب سے اس کے موضوع ہونے پر محدثین کے اتفاق کا اضافہ کر دیا ہے، ابن تیمیہ نے اپنی رائے کے خلاف ہونے کی وجہ سے جن احادیث کو رد کیا ہے ان کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ ان کا تتبع و احاطہ مشکل ہے۔

حدیث ضریر ہی کافی ہے:

(رابعاً) چوتھی بات یہ ہے

وَنَقُوْلُ عَلٰی سَبِیْلِ التَّنَزُّلِ: لَوْ فَرَضْنَا اَنَّ الْقِصَّةَ ضَعِیْفَةٌ تَطْیِیْبًا لِخَاطِرِ الْبَانِیِّ، وَاَنَّ رِوَایَةَ اِبْنِ اَبِیْ خَیْثَمَةَ مَعْلُوْلَةٌ کَمَا فِیْ مُحَاوَلَةِ اِبْنِ تَیْمِیَةَ، قُلْنَا فِیْ حَدِیْثِ تَوَسُّلِ الضَّرِیْرِ کِفَایَةٌ وَغِنَاءٌ، لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ عَلَّمَ الضَّرِیْرَ ذٰلِكَ التَّوَسُّلَ، دَلَّ عَلٰی مَشْرُوْعِیَّتِهٖ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ۔ فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ عَنْهُ: تَوَسُّلُ الْمُبْتَدِعِ وَلَا یَجُوْزُ تَخْصِیْصُهٗ بِحَالِ حَیَاتِهٖ ﷺ، وَمَنْ خَصَّصَهٗ فَهُوَ الْمُبْتَدِعُ حَقِیْقَةً لِاَنَّهٗ عَطَّلَ حَدِیْثًا صَحِیْحًا وَاَبْطَلَ الْعَمَلَ بِهٖ، وَهُوَ

حَرَامٌ۔ وَالْاَلْبَانِیُّ عَفَا اللّٰہُ عَنْهُ جَرِیْئٌ عَلٰی دَعْوَی التَّخْصِیْصِ وَالنَّسْخِ لِمُجَرَّدِ خِلَافِ رَأْیِهٖ وَ هَوَاهُ۔ فَحَدِیْثُ الضَّرِیْرِ لَوْ کَانَ خَاصًّا بِهٖ، لَبَیَّنَهُ النَّبِیُّ ﷺ، کَمَا بَیَّنَ لِاَبِیْ بُرْدَةَ اَنَّ الْجَزَعَةَ مِنَ الْمَعْزِ تُجْزِئُهٗ فِی الْاُضْحِیَّةِ وَلَا تُجْزِئُ غَیْرَهٗ کَمَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ۔ وَتَاْخِیْرُ الْبَیَانِ عَنْ وَقْتِ الْحَاجَةِ لَا یَجُوْزُ۔ (۱)

(ہم علی سبیل التنزل یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم البانی کی دلجوئی کے لیے اس قصہ کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور روایت ابن ابی خیثمہ کو معلول سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ ابن تیمیہ کی حیلہ سازی میں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حدیث توسل ضریر ہی کافی شافی ہے کیونکہ جب آپ ﷺ نے اس سے نابینا شخص کو توسل سکھا دیا تو یہ تمام حالات میں توسل کی مشروعیت ثابت ہوگئی اور یہ کہنا ناجائز ہوگیا کہ وسیلہ بدعت ہے اور نہ ہی اس کو نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ مخصوص کرنا جائز ہوگا حقیقت میں بدعتی وہی ہے جس نے ایسی (ناروا) تخصیص کی ہے کیونکہ اس نے حدیث صحیح کو معطل کر کے اس پر عمل کرنے کو باطل قرار دیا ہے اور حدیث صحیح کے ساتھ ایسا سلوک کرنا حرام ہے، البانی (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) صرف اپنی رائے اور خواہش کیخلاف حدیث ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص اور نسخ کا دعویٰ کرنے پر بڑا دلیر ہے اگر حدیث ضریر اسی شخص کے ساتھ خاص ہوتی تو سرکار دو عالم ﷺ ضرور اس کو بیان فرما دیتے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لیے واضح فرما دیا کہ بکری کا چھ ماہ کا بچہ قربانی میں صرف انہی کے لیے جائز ہے کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں (بخاری و مسلم) اور اصول یہ ہے "بوقت حاجت خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں ہوتا)

(۱) [illegible] بجواز توسل النبی۔ ۱۲ تا ۱۹

فصل:

شیخ اشرف علی تھانوی

اور دُعاءِ حاجت میں تبدیلی

قارئین کرام ان تمام ائمہ اُمت اور محدثین کا یہ عمل بتا رہا ہے کہ یہ ندا بعد از وصال نبوی بھی ظاہری حیات کی طرح ہی چودہ صدیوں سے جاری اور جائز ہے

اُمت میں سے کسی نے بھی اسے مختصر نہیں کیا اور نہ ہی اسے تبدیل کیا اور نہ ہی کسی نے آج تک اُمت کو مشورہ دیا کہ چونکہ اس ندا (یا محمد) سے شرک کا وہم ہوتا ہے لہذا اسے ترک کر دیا جائے اگر اس میں تبدیلی کی تو وہ شیخ اشرف علی دیوبندی نے کی آیئے اس کی تفصیل ملاحظہ کرتے ہیں۔

تین مقامات: ہم ان کے تین مقامات کی عبارت سامنے لے آتے ہیں

پہلا مقام: لکھتے ہیں

حاشیہ بالا کے شروع ہی میں جس حدیث کا نسائی و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہم محدثین کے حوالہ سے ذکر ہے میں نے اس کی دعا کو تتمہ قربات معروف مناجات مقبول میں وارد کیا ہے اور حفاظتِ عوام کے لئے صیغہ ندا کو اس سے مختصر کر کے ایک حاشیہ لکھ دیا ہے۔

اِخۡتَصَرۡتُهٗ لِاَنَّ النِّدَاءَ الۡوَارِدَ فِيۡهِ لَا دَلِيۡلَ عَلٰى بَقَائِهٖ بَعۡدَ حَيَاتِهٖ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(میں نے اس کو مختصر کر دیا ہے کیونکہ اس میں موجود ندا یا محمد حضور ﷺ کے ظاہری حیات کے بعد باقی رہنے پر کوئی دلیل نہیں)

اور اس پر امرتسر سے بطور طعن کے جو کہ آداب اہل علم کے خلاف ہے ایک [illegible] آپ نے اندھے کی روایت میں یا محمد ﷺ کو ترمیم کر دیا ہے شاید قعدہ میں [illegible] آپ "السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" کی تلقین کرتے ہوں گے اذکار ماثورہ میں ترمیم [illegible] کا اختیار غالباً نہیں ہے۔

اس کا جواب جو یہاں لکھا گیا ہے جو بتامہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ میں [illegible] ہوا اور قابل ملاحظہ ہے اس کا نہائت مختصر ملخص اس مقام پر نقل کرنا اس لئے مناسب [illegible] کہ تحقیق بالا سے جس طرح مسئلہ توسل میں افراط کی اصلاح کی گئی ہے کہ توسل [illegible] میں داخل کر کے جائز نہ سمجھ لیں جیسا کہ اس مصلحت کو قابل رعایت ہونا متن [illegible] کے قریب عبارت "نَعَمۡ لَوۡ مُنِعَ عَنۡهُ لِمَصۡلَحَةِ الۡعَوَامِ" میں [illegible] ملخص یہ ہے۔

[illegible] تشہد میں "السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" کی تلقین نہیں کرتا مگر بعض اجلہ صحابہ [illegible] کہا کہ "رَوَاهُ الۡبُخَارِيُّ فِيۡ كِتَابِ الۡاِسۡتِيۡذَانِ فِيۡ بَابِ الۡاَخۡذِ [illegible] قَوۡلِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ" اور عامہ آئمہ کا ایسا کرنا اس بنا پر ہے کہ یہ خطاب [illegible] السلام کے بواسطہ ملائکہ کے حضور اقدس ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے اس [illegible] کسی مفسدہ کا احتمال نہیں بخلاف قصہ اعمیٰ کے کہ وہاں نہ کوئی دلیل بلاغ ہے [illegible] حضور ﷺ سامنے تشریف رکھتے ہیں اور بعد میں اس وقت کے عوام خوش [illegible] اس کو حکایت پر محمول کر لیا کرتے تھے بخلاف اس وقت کے اکثر عوام کے [illegible] کا مشاہدہ ہے البتہ اگر کسی عامی کا عقیدہ یقیناً صحیح ہو اس کے لئے اب بھی [illegible] اولیٰ ہے (۱)

[illegible] مقام: مولانا موصوف نے جس تتمہ مناجات مقبول کا حوالہ دیا ہے وہاں انھوں [illegible] کہا کہ یہی دعا حاجت ان الفاظ میں ذکر کی اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡ اَسۡئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيۡكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحۡمَةِ فِيۡ حَاجَتِيۡ هٰذِهٖ لِتُقۡضٰى لِيۡ

[illegible] حاشیہ میں لکھا

إِخْتَصَرْتُهُ لِأَنَّ النِّدَاءَ الْوَارِدَ فِيْهِ لَا دَلِيْلَ عَلٰى بَقَائِهِ بَعْدَ حَيَاتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۱)

میں نے اس دعا کو مختصر کر دیا ہے کیونکہ اس میں موجود ندا (یا محمد) کے حضور ﷺ کی حیات کے بعد باقی رہنے پر کوئی دلیل نہیں

اب بعض نسخوں میں یہ حاشیہ بھی ختم کر دیا گیا

تیسرا مقام: پھر نشر الطیب میں حدیث نابینا، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ، کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد لکھا

اور اس میں جو یا محمد ﷺ آیا ہے اس سے نداء غائب کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ کی خدمت میں حاضر تھا

آگے چل کر اس سوال (کہ اس پر عمل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ اور تابعین نے کیا) کا جواب دیتے ہوئے لکھا

اور ندا کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں ندا غائب لازم نہیں آتی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے ندا بمقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے، عقیدہ میں غلو رکھتے اس لئے ان کو منع کیا جاتا بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص کو بھی روکا جاتا ہے (۲)

ملاحظہ کیا مولانا موصوف نے تینوں مقامات پر دعا میں تبدیلی کی اور کہا اب ان کلمات سے دعا جائز نہیں حالانکہ تمام آئمہ محدثین نے یہ روایت نقل کی، اسے صحیح قرار دیا اور اس کی تعلیم دی تا کہ اُمت مسلمہ اس سے فیض یاب ہوتی رہے۔

آیئے شیخ موصوف کا جو علمی رد علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ نے لکھا اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۱) مناجات مقبول، ۱۷۳

(۲) نشر الطیب، ۲۷۷

فصل:

تھانوی صاحب کی جرأت کا نوٹس

از

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی ان احادیث مبارکہ سے استدلال کے بعد تھانوی کی حرکت کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

علماء محدثین نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعد الوفات بھی توسل اور استشفاع جائز ہے۔ ساتھ ہی ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری اور بعد الوفات دونوں زمانوں میں لفظ ''یا'' کے ساتھ حضور ﷺ کو پکارنا خود حضور علیہ السلام کے اپنے ارشاد کے مطابق ہے۔ جو شخص اس کا منکر ہوگا، وہ ارشاد رسول کا معاند اور منکرِ حدیث قرار پائے گا

تھانوی صاحب کی جرأت و بے باکی

(حدیث شریف میں ترمیم کر ڈالی)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے ابن ماجہ شریف کی روایت منقولہ بالا میں رسول اللہ ﷺ کی تلقین فرمائی ہوئی دعا کے الفاظ میں سے ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ'' کے الفاظ نکال دیئے۔ اور اپنی کتاب ''مناجات مقبول'' ص ۱۱۴ مطبوعہ اصح المطابع بقول شخصے (عذر گناہ بدتر از گناہ) یہ لکھ دیا کہ

اِخْتَصَرْتُهُ لِاَنَّ النِّدَاءَ الْوَارِدَ فِيْهِ لَا دَلِيْلَ عَلٰى بَقَائِهِ بَعْدَ حَيَاتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

(یعنی میں نے صیغہ نداء اور خطاب کی تمام عبارت نکال کر) اس حدیث کو

اس لیے مختصر کر دیا کہ اس حدیث میں (یا محمد کے الفاظ) جو ندا اور خطاب کے الفاظ وارد ہیں حضور ﷺ کی حیات کے بعد ان کے باقی رہنے پر کوئی دلیل نہیں۔

میں عرض کروں گا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود بنفسِ نفیس یہ الفاظ تلقین فرمائے تو اب صیغہ نداء وخطاب کا ہونا اصل قرار پا گیا اور قاعدہ ہے کہ اصل اپنی بقا میں محتاجِ دلیل نہیں ہوتی، بلکہ عدم بقا خلافِ اصل ہونے کے باعث محتاج دلیل ہوگا تھانوی صاحب کا ''اصل'' کو محتاجِ دلیل قرار دینا علم وعقل کی روشنی میں انتہائی تعجب انگیز ہے۔

علاوہ ازیں عہد خلافت عثمانیہ میں حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حاجت مند کو یہی دعا بصیغہ ندا وخطاب تلقین کرنا بروایت طبرانی ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بقا اور نداء پر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ رہی یہ بات کہ اس وقت کے مسلمان خوش عقیدہ تھے، اس زمانے میں فساد عقیدہ امر مشاہدہ ہے۔ لہذا حفاظت عوام کے لیے صیغہ نداء کو حذف کرنا ضروری ہے تو یہ اور بھی زیادہ تعجب انگیز اور مضحکہ خیز ہے

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تشہد سے بھی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کو حذف کر دینا ضروری ہے تھانوی صاحب نا معلوم کس موڈ میں لکھ گئے انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ''ابن ماجہ'' والی دعا تو کبھی کوئی مسلمان پڑھتا ہوگا لیکن ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' تو ہر مسلمان شب وروز ہر نماز میں پڑھتا ہے۔ حفاظت عوام کے لیے تو نماز سے صیغہ ندا کا حذف کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا۔ جب نماز میں اس کا باقی رہنا محتاج دلیل نہیں تو دعاء حاجت میں اس کی بقا کیوں کر محتاج دلیل ہو سکتی ہے؟

اس کے جواب میں تھانوی صاحب کا یہ فرمانا کہ ''اَلتَّحِيَّاتُ'' میں صیغہ ندا مقرون بالسلام ہے اور سلام بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا ہے اس لیے ندا کا صیغہ مضر نہیں قطعاً بے سود ہے اس لیے کہ بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام ہی پیش نہیں ہوتا بلکہ اُمت کے تمام اعمال بھی پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دعا بھی ایک عمل بلکہ عمل صالح ہے باقی اعمال کے ساتھ یہ عمل بھی بارگاہ رسالت میں ضرور پیش ہوگا ایسی صورت میں دونوں یکساں ہو گئے تشہد کا صیغہ ندا سلام کے ضمن

میں پیش ہوا اور دعا حاجت کا یہ صیغہ ندا (یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ) اعمال حسنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا نہ وہ مضر رہا اور نہ یہ۔ ایسی صورت میں تھانوی صاحب کی تفریق بالکل بے سود ہو کر رہ گئی۔

مگر یہ کہ تھانوی صاحب جب صیغہ ندا مقرون بالسلام کو جائز سمجھتے ہیں تو اس دعا میں ''یا محمد'' الخ کو حذف کرنے کی بجائے اس کے ساتھ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکھ دیتے تاکہ یہاں بھی صیغہ ندا مقرون بالسلام ہو کر مضر نہ رہتا اور دعا پڑھنے والے کو درود وسلام کی فضیلت بھی حاصل ہو جاتی اور حدیث میں کانٹ چھانٹ کی نوبت بھی نہ آتی خصوصا ایسی صورت میں جب کہ بموجب احادیث صحیحہ دعا کے ساتھ درود وسلام پڑھنا قبولیت دعا کا موجب ہے

ادعیہ ماثورہ میں الفاظ کا ردوبدل جائز نہیں:

تھانوی صاحب کی یہ دیدہ دلیری کہ انہوں نے الفاظِ احادیث میں اختصار کر دیا انتہائی موجب حیرت ہے کیا انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ ادعیہ ماثورہ میں اختصار تو درکنار الفاظ کا ردوبدل کرنا بھی جائز نہیں ہے دیکھئے صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دعا کی تلقین فرمائی جس کے آخر میں یہ الفاظ تھے ''اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ'' براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کے سامنے دوبارہ پڑھے تو ''بِنَبِيِّكَ'' کی بجائے ''بِرَسُوْلِكَ'' پڑھ دیا حضور ﷺ نے فرمایا! ''لَا وَبِنَبِيِّكَ'' نہیں بلکہ ''بِنَبِيِّكَ'' کہو حالانکہ نبی کریم ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی مگر چونکہ دعا میں الفاظ ماثورہ کو بدلنا جائز نہ تھا اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ان پر رد فرمایا اور وہی الفاظ ادا کرنے کی تاکید فرمائی جو رسول اللہ ﷺ تلقین فرما چکے تھے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

''وَقَالَ ... فِیْ بَعْضِ طُرُقِهٖ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَقَالَ وَنَبِیِّكَ ۔ ۔ ۔ وَالْاَظْهَرُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ فِیْ وَجْهِ الرَّدِّ اَنَّ الْاَدْعِیَةَ الْوَارِدَةَ لَاتُغَیَّرُ عَنْ اَلْفَاظِهَا اِلَخْ ''(۱)

(علامہ ابن حجرؒ نے کہا اس حدیث کے بعض طرق میں حضرت براء سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے وَرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کے الفاظ کہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''وَرَسُوْلِكَ نہ کہو بلکہ وَنَبِیِّكَ ہی کہو اس رد کی سب سے ظاہر وجہ واللہ اعلم یہ ہے کہ جو دعائیں شرع مطہر میں وارد ہیں وہ اپنے الفاظ سے متغیر نہیں کی جاتیں)

ثابت ہوا کہ اُدعیہ ماثورہ کے الفاظ میں اختصار کو تو درکنار تغیر بھی باطل و مردود ہے اس کے باوجود بھی تھانوی صاحب نے اختصار فی الحدیث کی جرأت فرمائی۔ معاذ اللہ!

یہ حدیث جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم دونوں کتابوں میں وارد ہے دیکھئے بخاری شریف جلد ثانی ص ۹۳۴، مسلم شریف جلد ثانی ص ۳۴۸ حاشیہ بخاری میں کرمانی سے منقول ہے

وَفِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ رِعَایَةَ الْاَلْفَاظِ الْمَرْوِیَّةِ اَمْرٌ مُهِمٌّ فِیْهِ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ (۲)

(یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ الفاظ مرویہ کی رعایت امر عظیم اور مہتمم بالشان ہے جس میں حکمت بالغہ پائی جاتی ہے)

افسوس تھانوی صاحب نے کرمانی کی تصریح کو بھی نظر انداز کر دیا اسی حدیث براء بن عازب کے تحت علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں

''وَاخْتَارَ الْمَازِرِیُّ وَغَیْرُهٗ اَنَّ سَبَبَ الْاِنْكَارِ اَنَّ هٰذَا ذِكْرٌ وَّدُعَاءٌ یَنْبَغِیْ فِیْهِ الْاِقْتِصَارُ عَلَی اللَّفْظِ الْوَارِدِ بِحُرُوْفِهٖ وَقَدْ یَتَعَلَّقُ الْجَزَاءُ بِتِلْكَ الْحُرُوْفِ وَلَعَلَّهٗ اُوْحِیَ ﷺ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ فَیَتَعَیَّنُ اَدَاءُهَا

(۱) مرقاۃ جلد ۳ ص ۹۷ طبع مصر
(۲) حاشیہ ۲: بخاری شریف ص ۹۳۴

بِحُرُوْفِهَا وَهٰذَا قَوْلٌ حَسَنٌ (۱)

(اور اختیار کیا مازری وغیرہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ ﷺ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ یہ ذکر اور دعا ہے اس لیے اس میں اسی لفظ پر اقتصار کرنا چاہیے جو اس کے حروف کے ساتھ وارد ہوا ہے اور بسا اوقات جزاء بھی انہی حروف کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی کلمات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہو تو ان کلمات کا انہی حروف کے ساتھ ادا کرنا متعین ہوگا اور یہ قول بہت اچھا ہے)

تعجب ہے کہ تھانوی صاحب نے شارحین حدیث کی ان تمام تصریحات کو دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ فرمائی اور قطعاً نہ سوچا کہ اگر انہی کلمات حروف کے ساتھ یہ دعا حضور ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہو تو ان حروف وکلمات کے ساتھ ان کا ادا کرنا یقیناً متعین ہوگا ایسی صورت میں کلمات کا اختصار وحی الٰہی میں تحریف صریح قرار پائے گی جس شخص کے دل میں ذرا بھی خوف خداوندی ہو تو وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔

بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ بموجب آیہ کریمہ ''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی'' اغلب یہی ہے کہ اُدعیہ واردہ اور اذکار ماثورہ کے حروف وکلمات بھی حضور ﷺ کی طرف وحی کیے جاتے ہیں کلمات وحی الٰہی میں اختصار کی جرأت اس شخص کی ہو سکتی ہے کہ جس کے دل میں نہ وحی الٰہی کی کوئی عظمت ہو نہ خدا کے خوف کا کوئی اثر ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اس مقام پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ترمذی کی حدیث میں بھی یہی دعا صیغہ نداء کے بغیر مروی ہے اگر تھانوی صاحب نے اختصار کر دیا تو کیا ہوا ابوعیسیٰ ترمذی نے بھی تو حرف ندا کو حذف کر کے اختصار سے کام لیا ہے۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ ترمذی میں صرف ''یَا مُحَمَّدُ'' کا لفظ نہیں ہے باقی خطاب کے الفاظ بعبارت ذیل موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) شرح نووی علی الصحیح المسلم، جلد ثانی: ۳۴۸

إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي'' تھانوی صاحب نے صرف ''یا مُحَمَّدُ'' کو ہی حذف نہیں کیا بلکہ پوری سطر صاف کر گئے۔

رہا لفظ ''یا مُحَمَّدُ'' کا نہ ہونا تو میں عرض کروں گا کہ ایک ہی حدیث کے بعض طرق میں اگر بعض ایسے الفاظ مروی ہوں جو کسی دوسرے طریق میں نہیں تو اس کی وجہ سے ان کا نہ ہونا لازم نہیں آتا یہ نسخوں کا اختلاف نہیں کہ جس میں سہل انگاری کا دخل ہو یہ تو طرق روایت کا تفاوت ہے ابوعیسیٰ ترمذی نے نہ اس روایت کا انکار کیا نہ اختصار کا دعویٰ کیا بلکہ ایک طریقہ کو ذکر کر دیا دوسرے طریق میں یہی روایت ''یا محمد'' کے الفاظ سے جب وارد ہو گئی تو اب ''یا مُحَمَّدُ'' کا روایت ہونا متعین ہو گیا جس کا انکار یا اختصار نہ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے کیا نہ کسی دوسرے محدث نے۔ البتہ تھانوی صاحب کو یہ جرأت ضرور ہوئی کہ انہوں نے حدیث کے الفاظ وارده ماثورہ مرویہ میں کمی کر دی۔

علاوہ ازیں یہ کہ اس صورت میں تھانوی صاحب کو اختصار کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ صاف لکھ دیتے کہ میں نے ترمذی کی روایت میں یا محمد کے الفاظ نہیں پائے۔ اس لیے انہی کو نقل کر دیا بلاوجہ اختصار کا دعویٰ کر کے انہوں نے اپنے سر پر اختصار حدیث کا بوجھ اٹھایا۔ بات یہی ہے کہ ترمذی یا کسی دوسری کتاب میں بصیغہ ندا کا نہ پایا جانا اس کے مروی ہونے پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ بعض طرق میں اس کا وارد ہو جانا اس کی روایت کو متعین کر دیتا ہے اب اس کے بعد اس میں اختصار کرنا یقیناً تحریفِ حدیث ہے جس کا ارتکاب صرف تھانوی صاحب نے کیا ہے ابوعیسیٰ ترمذی یا کسی دوسرے محدث کے دامن کو اس جرأت عظیمہ کی وجہ سے ملوث نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے بعد تھانوی صاحب کے اس دعویٰ کو ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد تشہد میں صیغۂ نداء چھوڑ دیا تھا اور التحیات میں ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' پڑھتے تھے۔ تھانوی صاحب نے بخاری شریف کتاب الاستیذان کی جس حدیث سے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ ان کے دعویٰ کے ثبوت سے بالکل ساکت ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث حسب ذیل ہے

''كُنَّا نَقُولُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يَعْنِي النَّبِيُّ''

تھانوی صاحب نے اس حدیث کے معنی یہ سمجھ لیے کہ عبد اللہ بن مسعود یہ فرما رہے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو ہم نے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' چھوڑ دیا اور اس کی بجائے ''سلام علی النبی'' کہا۔ حالانکہ اس معنی پر حدیث کی دلالت نہیں۔ یہ تو ایک احتمال ہے جس سے استدلال کرنا سراسر باطل اور علم و دانش کے خلاف ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ''قُلْنَا سَلَامٌ'' پر ختم ہو جاتے ہیں یعنی ''علی النبی'' راوی کا قول ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نہیں۔ اس تقدیر پر حدیث میں دو احتمال پیدا ہو گئے ہیں۔

ایک یہ کہ ہم نے صیغہ نداء کو چھوڑ کر صرف ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' پر اکتفا کر لیا۔ لیکن یہ معنی آئمہ اربعہ کے نزدیک مردود ہیں۔ اس لیے کہ کسی امام نے صیغۂ نداء کے بغیر تشہد نقل نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مذہب میں بھی وہی تشہد پڑھا جاتا ہے۔ جس میں ندا اور خطاب کے صیغے موجود ہیں۔ اگر صیغۂ نداء کا ترک اس حدیث کا مدلول ہوتا، تو کسی امام کا مذہب ان صحابہ کے مذہب کے مطابق ہوتا۔ لیکن کسی نے ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' پڑھنے کو اپنا مذہب قرار نہیں دیا یہ ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مدلول صیغہ ندا اور خطاب کا ترک نہیں بلکہ یہ صرف احتمال ہے جو ثبوتِ دعویٰ کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا احتمال یہ کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہم نے تشہد میں حضور ﷺ پر سلام پڑھنا ترک نہیں کیا۔ بلکہ بعد الوفات بھی ہم بدستور ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' پڑھتے رہے چونکہ دونوں احتمال پیدا ہو گئے اس لیے اس حدیث میں کسی ایک معنی پر دلالت باقی نہ رہی اور تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' پڑھنا احادیث صحیحہ اور مذاہب آئمہ اربعہ سے ثابت ہے لہذا اس کا مخالف احتمال مرجوح ہو کر مردود قرار پائے گا۔ دیکھیے ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں

وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ كُنَّا نَقُولُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ

اللہ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ فَلَمَّا قُبِضَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ فَهُوَ رِوَایَةُ اَبِی عَوَانَةَ وَرِوَایَةُ الْبُخَارِیِّ اَلْاَصَحُّ فِیْهَا بَیَّنَتْ اَنَّ ذٰلِكَ لَیْسَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مُسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِیْ عَنْهُ وَلَفْظُهَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ، یَعْنِیْ عَلَی النَّبِیِّ فَقَوْلُهٗ قُلْنَا اَلسَّلَامُ یَحْتَمِلُ اَنَّهٗ اَرَادَ بِهٖ اِسْتَمْرَرْنَا بِهٖ عَلٰی مَا کُنَّا عَلَیْهِ فِیْ حَیَاتِهٖ وَیَحْتَمِلُ اَنَّهٗ اَرَادَ عَرَضْنَاهُ عَنِ الْخِطَابِ وَاِذَا احْتَمَلَ اللَّفْظُ لَمْ یَبْقَ فِیْهِ دَلَالَةٌ کَذَا ذَکَرَہُ ابْنُ حَجَرٍ (۱)

(حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہم حضور ﷺ کی حیات میں '' اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ '' کہتے تھے جب حضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم نے ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ '' کہا۔ یہ ابوعوانہ کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں جو اس کے مقابل اصح ہے یہ الفاظ عبداللہ ابن مسعود کے نہیں بلکہ راوی کا فھم ہیں۔ بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ ''فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا سَلَامٌ ''یعنی 'عَلَی النَّبِیِّ '۔ جب حضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم نے سلام کہا (یعنی نبی کریم ﷺ پر بخاری کی اس روایت نے بیان کر دیا کہ یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں بلکہ راوی کا قول ہے اس نے اپنی فہم کے مطابق اپنے لفظوں میں بیان کر دیا اور اس قول میں بھی دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح حضور کی حیات ظاہری میں ہم ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ '' کہا کرتے تھے اسی طرح حضور کی وفات کے بعد بھی کہتے رہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم نے خطاب چھوڑ دیا۔ جب الفاظ میں احتمال پیدا ہو گیا تو دلالت (قطعیہ) باقی نہ رہی۔

'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ !' ہمارے اس بیان اور ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ کی اس عبارت کی روشنی میں تھانوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد صیغۂ خطاب ترک کر دیا تھا۔

بعض لوگ اس بات پر انتہائی زور دیتے ہیں کہ متابعات اور شواہد کی روشنی میں ابوعوانہ کی روایت کے بموجب یہ بات بالکل صحیح ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد '' اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ '' کی بجائے ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ '' کہنا شروع کر دیا تھا۔ میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر آپ کی یہ بات صحیح ہے تو پھر آپ صحابہ کرام کے مذاہب کے موافق ''عَلَی النَّبِیِّ ''کیوں نہیں پڑھتے اور خود تھانوی صاحب عمر بھر '' اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ '' پڑھتے اور پڑھواتے رہے۔ ثابت ہوا کہ تھانوی صاحب کا یہ دعویٰ ان کے اپنے نزدیک بھی باطل ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ تھانوی صاحب کا یہ حدیث رسول ﷺ میں رد و بدل کرنا، بلکہ تقریباً پوری سطر غائب کر دینا کس قدر شدید مداخلت فی الدین ہے اور حدیث رسول ﷺ پر کیسی عظیم قسم کی زیادتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ منکرین حدیث کو بھی ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔

فاعتبروا یا اُولی الابصار

(۱) مرقاۃ المفاتیح جلد ۱ ص ۵۵۸

فصل:

بقاءِ ندائے یا محمد ﷺ پر دلائل

مخالفین بشمول تھانوی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ وصال نبوی ﷺ کے بعد نداء "یا محمد" کے جواز و بقاء پر کوئی دلیل نہیں۔
لہٰذا اب ہم بقاء نداء پر دلائل ذکر کیے دیتے ہیں

۱۔ دوسری اُمت بھی شامل:

اس حدیث مبارکہ کے ورود کا سبب اگرچہ خاص یعنی نابینا صحابی کا سوال ہے لیکن تا قیامت اس میں دوسری اُمت بھی شامل ہے کیونکہ احکامِ شرعیہ میں سب لوگ برابر ہیں۔

۲۔ اعتبار، عمومِ الفاظ کا ہوتا ہے:

خطاب اگرچہ حدیث میں نابینا صحابی کے لئے ہے مگر شرعاً حکم میں عموم ہے کیونکہ اس پر اہل علم کا اتفاق و اجماع ہے کہ شارع کے خطابات عموم پر ہوتے ہیں اگرچہ ان کا سبب مخصوص ہو ہاں کوئی دلیل اس کے برخلاف ہو تو تخصیص ہو سکتی ہے اور یہاں ایسی کوئی دلیل موجود ہی نہیں

۳۔ "ارادہ" تمام اُمت کا:

نابینا صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے خود دعا فرمانے کے بجائے انھیں ایسی دعا کی تعلیم دی جس میں یہ ندائیہ کلمات ہیں "یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ"

تو آپ ﷺ کا دعا نہ کرنا اور انھیں وسیلہ و نداء کے ساتھ دعا کی تعلیم دینا بتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ تمام اُمت کے لئے اس کی تعلیم ہے اور یہ صرف اِسی صحابی کے ساتھ مخصوص نہیں

۴۔ حدیث کے کچھ حصہ کا معطل قرار پانا:

اس دعاء وسیلہ میں رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کو نماز اور دعا کی تعلیم دی یعنی نماز پڑھو اور ان کلمات کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا کرو۔ "یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ" تو اب ہر ایک کے لئے ادائیگی نماز بالاتفاق جائز ہے تو اب ہر ایک کے لئے دعائیہ و ندائیہ کلمات بھی بالاتفاق جائز ہونے چاہیے

ورنہ بلا دلیل حدیث (حکم نبوی) کے کچھ حصہ کا معطل ہونا لازم آئے گا جو دین کو کھیل بنانے کے مترادف ہے

۵۔ خود بیان فرمادیتے:

اگر یہ ندا اس نابینا صحابی کے لئے ہی ہوتی یا آپ ﷺ کی موجودگی کے ساتھ خاص اور عدم موجودگی میں ناجائز یا آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں جائز اور بعد از وصال جائز نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس کی خود وضاحت فرما دیتے، جیسے بخاری و مسلم کی روایت میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایک سال سے کم عمر بکری بطور قربانی تمہارے لئے جائز مگر کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں

۶۔ وضاحت لازم تھی:

اگر یہ ندا صرف نابینا صحابی کے لئے تھی یا آپ ﷺ کی ظاہری حیات یا موجودگی میں ہی جائز تھی تو رسول اللہ ﷺ پر اس وقت اس کی وضاحت و بیان لازم تھا کیونکہ بوقت حاجت بیان کو موخر کرنا ممنوع ہے کیونکہ ایسی صورت میں غیر معلوم چیز پر عمل کی تکلیف لازم آتی ہے جو جائز نہیں، اوپر گزرا سال سے کم عمر قربانی کی، حضرت ابو بردہ

رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تو ساتھ ہی فرما دیا کہ یہ تمہارے سوا کسی کے لئے جائز و کافی نہ ہوگی تو اگر یہاں بھی ایسا ہی معاملہ تھا تو آپ ﷺ اسی وقت فرما دیتے کہ یہ صرف تمہارے لئے ہی ہے کسی اور کو اجازت نہیں

دونوں معاملات میں فرق:

پھر ان دونوں معاملات میں فرق بھی بڑا ہے کہ کم عمر کی قربانی کی صورت میں تو صرف قربانی نہ ہوگی مسلمان دائرہ اسلام سے نہیں نکلتا مگر زیرِ بحث معاملہ میں بقول مخالفین مسلمان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے لہذا سرورِ عالم پر لازم تھا کہ آپ ﷺ اس کی وضاحت کر دیتے تاکہ اُمت شرک سے بچ جاتی جب کہ ایسی کوئی بات آپ ﷺ نے نہیں فرمائی تو ہمیں بھی اپنے غلط خیالات پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے

۷۔ الفاظ کی عموم پر دلالت:

امام ابن ابی خیثمہ کی روایت کے الفاظ

اِنْ کَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ — جب تمہیں حاجت پیش آئے تو ایسا کر لیا کرو

نہایت ہی واضح طور پر عموم پر دال ہیں کہ جہاں کہیں بھی کسی کو پریشانی ہو وہ ان ندائیہ کلمات سے استغاثہ و وسیلہ کر سکتا ہے

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ — اے محمد (ﷺ) میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں

۸۔ صحابی نے عموم مراد لیا:

پھر دیکھئے اس حدیث کے راوی صحابی حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ ہیں وہ اس کی مراد اور معنی سے دوسروں سے زیادہ آگاہ ہیں تو انھوں نے بھی اسے عموم پر محمول کیا تبھی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بطور وظیفہ دوسرے کو بتایا اور ان کا کام ہو گیا جیسے تفصیلاً اوپر آچکا

اگر یہ ندا ظاہری حیات تک محدود تھی تو صحابہ نے اس پر عمل کیوں کیا حالانکہ یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے

اُمت کا عمل:

اس پر اُمت کا عمل ہے کیونکہ اسے امام ترمذی نے ''کتاب الدعوات'' میں نقل کیا ہے اور کتاب العلل میں ان کا قول یہ ہے کہ میری کتاب کی دو احادیث کے علاوہ ہر حدیث پر اُمت کا عمل ہے یعنی تمام احادیث معمول بہا ہیں

تو معلوم ہوا حدیث ضریر پر بھی اُمت کا عمل جاری و ساری ہے

ائمہ اُمت کا نقل کردہ واقعہ:

اس وظیفہ مبارکہ پر اُمت کے عمل پر ایک ایسا واقعہ بھی شاہد ہے جسے ائمہ اُمت اور محدثین نے نقل کیا ہے

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیا (ت، ۲۸۱) نے 'مجابی الدعوۃ' میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ایک آدمی (اپنے وقت کے عظیم محدث اور طبیب) حضرت عبد الملک بن ابجر کے پاس علاج کے لیے آیا

فَجَسَّ بَطْنَهٗ، فَقَالَ بِكَ دَاءٌ لَا يَبْرَأُ فَقَالَ مَا هُوَ قَالَ هُوَ الدَّبِيْلَةُ فَتَحَوَّلَ الرَّجُلُ: فَقَالَ ''اَللّٰهُ، اَللّٰهُ، رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ، نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ وَرَبِّيْ اَنْ يَّرْحَمَنِيْ مِمَّا بِيْ، رَحْمَةً يُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاهُ، ـ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ عَادَ اِلَى ابْنِ اَبْجَرَ، فَجَسَّ بَطْنَهٗ، فَقَالَ: بَرِئْتَ، مَا بِكَ عِلَّةٌ'' (۱)

(انہوں نے اس کے بطن کو چیک کیا تو فرمایا تمہیں ایسی بیماری ہے جو لاعلاج ہے پوچھا وہ کونسی بیماری ہے؟ بتایا یہ کینسر ہے وہ آدمی واپس پلٹا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض و دعا کی اے اللہ! اے میرے رب! میں تیرا کسی کو شریک نہیں مانتا! اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے

(۱) مجابی الدعوۃ، ۸۵

رحمت والے نبی کو واسطہ بناتا ہوں، اے محمد میں آپ کو آپ کے اور اپنے رب کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ وہ مجھ پر اس قدر رحمت فرمائے کہ کسی دوسرے کی رحمت سے مجھے بے نیاز کردے اس آدمی نے یہ وسیلہ اور دعا تین دفعہ کی اور پھر وہ شیخ ابن ابجر کے پاس چیک کروانے کے لیے آیا انہوں نے چیک کیا فرمایا تم صحت مند ہو اب تمہیں کوئی بیماری ہی نہیں۔

اس واقعہ کو امام محمد بن عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۳) نے روایت ضریر کے بعد ذکر کیا (۱)

جس سے وہ آشکار کرنا چاہ رہے ہیں کہ نداء یا محمد پر اُمت کے محدثین اور ائمہ کا عمل بھی ہے یعنی وہ مشکل وقت میں رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ کو بطور وسیلہ پیش کیا کرتے جس سے وہ مشکلات سے نجات پاتے

امام عبداللہ صدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) شیخ ابن ابجر کا تعارف یوں کرواتے ہیں

كَانَ ابْنُ اَبْجَرَ حَافِظًا وَهُوَ مِنْ رِّجَالِ مُسْلِمٍ وَاَبِيْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيْ وَالنَّسَائِيْ وَكَانَ لَا يَأْخُذُ اَجْرًا عَلَى الْعِلَاجِ وَثَّقَهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَعِيْنٍ وَغَيْرُهُمَا وَاثْنُوْا عَلَيْهِ خَيْرًا (۲)

(یہ حافظ حدیث اور مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کے راویوں میں سے ہیں، یہ علاج کی فیس نہیں لیا کرتے تھے انہیں امام احمد، ابن معین اور دیگر محدثین نے ثقہ قرار دیتے ہوئے ان کی بڑی مدح کی ہے)

۱۰۔ عموم اور حفاظِ حدیث:

یہی وجہ ہے تمام آئمہ محدثین نے اسے نقل کر کے اُمت پر احسان کیا اور کسی نے بھی اس ندا کو ظاہری حیات تک محدود نہیں کیا

اوپر آئمہ محدثین کے نام گزرے جنھوں نے اس روایت کو ایسے عنوانات کے تحت ذکر کیا جس سے عموم ہی آشکار ہے مثلاً

---

(۱) القول البدیع، ۴۵۳

(۲) مصباح الزجاجہ، ۴۵

امام ترمذی، امام حاکم، امام بیہقی اور امام جزری نے دعاؤں کے باب میں اسے ذکر کیا اور بتایا یہ دعا منقول ومشروع دعاؤں میں سے ہے جن کا سرکار دوعالم ﷺ نے حکم دیا

امام ابن ماجہ، امام منذری، امام ہیثمی نے کتاب الصلاۃ کے باب ''نوافل'' کے ضمن میں ذکر کیا جو ہر ایک کے لئے جواز ومشروعیت پر دال ہے

امام نووی نے اسے اَذْكَارُ صَلَاةِ الْحَاجَةِ کے تحت ذکر کیا

تو تمام محدثین نے یہی تعلیم دی کہ اس ندا پر عمل کیا جائے اور اس پر اتفاق ہے کہ تمام لوگوں کے لئے تمام احوال میں جائز ہے

اگر یہ حدیث کسی شخص کے ساتھ یا کسی حالت حیات کے ساتھ خاص ہوتی تو کوئی محدث تو اس کی نشاندہی کرتا جیسے وہ متعدد احادیث میں کر دیتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے اور یہ مخصوص ہے لہذا اس پر عمل جائز نہیں لیکن اس حدیث کے بارے میں کوئی ایسی بات موجود نہیں

۱۱۔ خاص کرنا خلاف اصل ہے:

اصول یہ ہے کہ ہر حکمِ شرعی میں تمام لوگ برابر شامل ہوتے ہیں کسی ایک دوسرے کا فرق نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ایک حالت کا دوسری حالت میں فرق ہے ہاں اگر دلیل آجائے کہ یہ فلاں شخص یا فلاں وقت سے مخصوص ہے تو پھر تخصیص جائز ہوگی لیکن اس کے علاوہ شارع کے کلام میں اصل ولازم ''عموم'' ہی ہوتا ہے تو اس ندا نابینا صحابی کو اسی صحابی کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ کی موجودگی یا ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص کرنے کا دعوی خلاف اصل ہے، اس پر دلیل لانا مدعی کی ذمہ داری وفریضہ ہے

فصل:

مُخالفین کے تین شبہات
اور
ان کے فیصلہ کن جوابات

اگر مخالف اس پر کوئی دلائل لا سکتا ہے تو وہ یہ تین ہیں

۱۔ اگر اس دعا کو عموم پر رکھا جائے تو اس سے شرک لازم آئے گا کیونکہ اس میں وسیلہ واستغاثہ کا ماننا لازم آرہا ہے

۲۔ اس میں ندا وخطاب ہے "یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ" اور یہ زندہ وسامنے موجود کے لئے ہوسکتا ہے غائب ووفات پاجانے والے کے لئے ایسے کلمات سے خطاب جائز نہیں ہوسکتا

۳۔ اس میں وسیلہ کی تعلیم ہے حالانکہ صحابہ نے وصالِ نبوی کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو وسیلہ بنایا اگر وصال کے بعد آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا ناجائز ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے

فیصلہ کن جوابات

ان کے فیصلہ کن جوابات ملاحظہ کر لیجئے

اول شبہ کا جواب

وسیلہ بنانے کو شرک قرار دینا محض وہم اور جہالت ہے اگر اس میں کوئی ایسا شبہ ہوتا تو وہ رسول اللہ ﷺ پر مخفی وپوشیدہ نہ ہوتا اور آپ مسلمانوں کو ایسی دعا ہرگز نہ سکھاتے کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت ہی شرک اور اسباب شرک (وہ قولاً ہو یا عملاً) کو مٹانے کے لئے ہوئی ہے تو یہ محال قطعی ہے کہ آپ ﷺ اُمت کو کوئی ایسی تعلیم دیں جس میں کسی قسم کے شرک کا کوئی ایسا پہلو ہو جو عقیدۂ مشرکین کے مشابہ ہو لہٰذا یہ شبہ اصلاً ہی باطل ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب:

اس شبہ کا جواب تین اُمور سے ہے

امر اول: آپ ﷺ کے زندہ ہونے پر اجماع ہے۔

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزار انور میں زندہ ہیں

۱۔ امام محمد بن عبد الرحمن سخاوی (ت، ۹۰۲) فوائد کے تحت چھٹے فائدہ میں لکھتے ہیں

يُؤْخَذُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ مُحَالٌ عَادَةً اَنْ يَّخْلُو الْوُجُوْدُ كُلُّهٗ مِنْ وَّاحِدٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ وَنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِاَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ وَاَنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا تَأْكُلُهُ الْاَرْضُ وَالْاِجْمَاعُ عَلٰى هٰذَا (۱)

(ان احادیث سے یہ استدلال ہے کہ آپ ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں یہ محال ہے کہ کائنات میں دن یا رات کا کوئی لمحہ آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے والے سے خالی ہو ہم اس پر ایمان رکھتے ہوئے تصدیق کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مزار اقدس میں زندہ اور رزق پاتے ہیں اور آپ ﷺ کے جسم اطہر کو مٹی نہیں کھا سکتی اور اس پر اُمت کا اجماع ہے)

۲۔ علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم (ت، ۴۵۶) شہداء کرام کی حیات وزندگی کے بارے میں آیات قرآنی ذکر کر کے کہتے ہیں۔

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَرْفَعُ قَدْرًا وَدَرَجَةً وَاَتَمُّ فَضِيْلَةً عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَعْلٰى كَرَامَةً مِنْ كُلِّ مَنْ دُوْنَهُمْ وَمَنْ

(۱) القول البدیع، ۳۳۵

خَالَفَ فِيْ هٰذَا فَلَيْسَ مُسْلِمًا (۱)

(مسلمانوں کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان شہداء سے درجہ وشان میں بلند، فضیلت میں کامل اور عزت وشرف میں اعلیٰ ہیں جو اس کے مخالف ہے وہ مسلمان نہیں)

انہوں نے ہی الفصل میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ پر دلائل دیتے ہوئے لکھا

اَجْمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَجَاءَ بِهِ النَّصُّ مِنْ قَوْلِ كُلِّ مُصَلٍّ فَرْضًا اَوْ نَافِلَةً اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ رُوْحُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَوْجُوْدًا قَائِمًا لَكَانَ السَّلَامُ عَلَى الْعَدَمِ هَذْرًا (۲)

(تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے اور ہر نمازی خواہ فرض ادا کرے یا نفل وہ اعلانیہ کہتا ہے اے نبی! آپ پر سلام، اللہ کی رحمت وبرکات ہوں اگر آپ ﷺ کی روح طیبہ موجود وزندہ نہ ہو تو یہ سلام "معدوم" پر لغو ہوگا۔)

امر ثانی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے جس نے جمعہ کے دن اور رات کو سو دفعہ مجھ پر درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری فرمائے گا ان میں سے ستر آخرت اور تیس دنیاوی ہونگی اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا جو اسے لے کر میری قبر میں آتا ہے جیسے تمہیں ہدایا وتحائف پیش کیے جاتے ہیں

اِنَّ عِلْمِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَعِلْمِيْ فِي الْحَيَاةِ (۳)

(میرا علم میری موت کے بعد اسی علم کی طرح ہے جو میری ظاہری حیات میں تھا)

اسی صحابی سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری ظاہری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تمہیں مسائل پیش آتے ہیں میں انھیں حل کر دیتا ہوں جب میرا وصال ہوگا وہ بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے اگر

(۱) المحلی، ۱، ۲۵
(۲) الفصل فی الملل، ۱، ۱۰۸
(۳) (کتاب الترغیب للتیمی، ۲، ۳۲۰)(القول البدیع، ۳۱۷)

اچھے ہوئے تو میں اللہ کی حمد کروں گا۔ اور اگر اس کے مخالف ہوئے تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں گا (۱)

اس کے حاشیہ میں عظیم محقق علامہ محمد عوامہ مدنی نے امام عراقی کے حوالہ سے لکھا ہے امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے (۲)

اس حدیث پر شیخ عبداللہ صدیق غماری نے مستقل کتاب 'نِهَايَةُ الْاٰمَالِ فِيْ شَرْحِ وَ صِحَّةِ حَدِيْثِ عَرْضِ الْاَعْمَالِ' تحریر کی ہے۔ جس کا ترجمہ علامہ رسول سعیدی حفظہ اللہ نے بنام، نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال اُمت، کیا ہے

جب آپ ﷺ درود وسلام کا سماع فرماتے ہیں تو (یا محمد ﷺ) سے خطاب درست وصحیح ہے

امر ثالث:

نماز کے تشہد میں تواتر کے ساتھ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" سے سلام عرض کرنا اجماع اُمت سے ثابت ہے اور اس میں آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی نداء وخطاب موجود ہے اور یہ محال ہے کہ اُمت ایسی نداء ومخاطبت میت پر اجماع کرے کہ وہ نہ جانتی ہو اور نہ شعور رکھتی ہو لہذا ایسی ندا وخطاب پر شبہ وارد کرنا باطل ہے۔

جب یہ حالت نماز میں جائز ہے جو عبادتِ الٰہی کا کامل مظہر ہے تو پھر نماز سے باہر تو بطریق اولیٰ واحسن جائز ہوگا یہی بات شیخ ابن حزم نے کہی ہے

الغرض جب السلام علیک سے خطاب جائز ہے تو يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ میں شرک کیسے لازم آئے گا؟

تیسرے شبہ کا ازالہ:

یہ کہنا کہ صحابہ، بعد از وصال آپ ﷺ کو وسیلہ نہیں بنایا کرتے تھے، نہایت ہی غلط ہے کیونکہ حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفصیلاً گزر چکا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس وظیفہ کی تعلیم دی "یا محمد اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ" اور آج تک اُمت اس پر عمل پیرا ہے

(۱) القول البدیع، ۳۲۴
(۲) طرح القریب، ۳، ۲۹۷

وصالِ نبوی ﷺ کے بعد

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث المزنی کا استغاثہ

یہاں ایک اور صحابی کے بارے میں بھی ملاحظہ کر لیجیے کہ انہوں نے وصال کے بعد آپ ﷺ کو وسیلہ بنایا اور آپ سے استغاثہ کیا جو اس کے ہمیشہ باقی رہنے پر عظیم شاہد ہے

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیرِ مالیات حضرت مالک الدار سے نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا

فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ اِئْتِ عُمَرَ فَاقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّهُمْ مُسْقُوْنَ وَ قُلْ لَهُ عَلَيْكَ الْكَيْسُ عَلَيْكَ الْكَيْسُ فَأَتَى الرَّجُلُ عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ مَا آلُوا إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ (۱)

(ایک آدمی نے مزار نبی ﷺ کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ سے بارش کی دعا کریں کیونکہ ہم ہلاک ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے فرمایا عمر کے پاس جاؤ انہیں میرا اسلام کہو اور کہو خوب دانائی و احتیاط سے کام لو اس آدمی نے آکر حضرت عمر کو بتایا تو وہ رو دیئے اور عرض کرنے لگے اے میرے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر

(۱) (دلائل النبوۃ) (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:۱۲۰۵۱)

میں عاجز بندہ ہوں)

امام شیخ عبد اللہ الصدیق غماری (ت: ۱۴۱۳) اس کے تحت لکھتے ہیں

اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ (۱) — اس روایت کی سند صحیح ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت:۸۵۲) اس واقعہ کی ایک اور سند کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں

وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ — امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے

اور اس صحابی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا

وَقَدْ رَوَى سَيْفٌ فِي الْفُتُوْحِ أَنَّ الَّذِيْ رَأَى الْمَنَامَ الْمَذْكُوْرَ هُوَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ أَحَدُ أَصْحَابِهِ (۲)

(سیف نے الفتوح میں نقل کیا کہ جنہوں نے خواب مذکور دیکھا ان کا نام حضرت بلال بن حارث المزنی اور یہ صحابی رسول ہیں)

الغرض صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ بعد از وصالِ نبوی آپ ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے اور آج اُمتِ مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے

۲۔ یاد رہے نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ لازم و فرض نہیں بلکہ جائز ہے اس کا ترک اور کسی دوسرے کو وسیلہ بنانا جائز ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بنایا

شیخ جزائری کے اعتراضات:

اس روایت پر کچھ اعتراضات ہیں ان کا جواب مخدوم اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (ت:۱۴۲۸ھ) نے لکھا۔ آیئے ان کے الفاظ میں اعتراضات اور ان کا جواب ملاحظہ کیجیے۔

(۱) مصباح الزجاجہ، ۲۶

(۲) فتح الباری۔ ۲، ۱۹۷

شیخ ابو بکر جابر الجزائری، واعظِ مسجد نبوی جو توسل کو جائز قرار دینے والے علماء پر زبانِ طعن دراز کرنے میں احتیاط کی حدوں سے گزر گئے ہیں، کہتے ہیں:

''حضرت بلال بن حارث کی روایت جسے امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں، امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں اور حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ اس نے مجھے واقعی حیران کر دیا۔

پہلا اعتراض:

پھر باعثِ حیرت یوں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ جب کہ یہ دین کے سب سے بڑے اصل کے مخالف ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ قصد اور طلب کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے اور اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جبکہ آپ قبر میں ہیں۔ سوال کیا گیا کہ اُمت کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔ (۱)

جواب:

اس پر سولہ محدثین کے حوالہ سے یہ اثر نقل کیا اور لکھا

یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ بقول جزائری اس حدیث کو امام بخاری، امام بیہقی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا اور اس سے پہلے گزر چکا کہ اس حدیث کو حافظ ابنِ ابی شیبہ نے مصنف میں، سیف بن عمر نے فتوح میں روایت کیا اور حافظ ابنِ کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، اس کی سند کو صحیح قرار دیا، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس سند کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

اس سے پہلے حافظ ابنِ کثیر سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ اس شخص نے بکری ذبح کی، تو کھال اتارنے پر سرخ ہڈیاں نمودار ہوئیں، یہ حدیث اسی سند کے ساتھ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے

یہی روایت ابنِ اثیر نے الکامل میں بیان کی ہے۔

(۱) وجاؤا یرکضون۔ ۲۳

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے چند حوالے مزید ملاحظہ ہوں:

ابن ابی خیثمہ نے یہ حدیث روایت کی جسے علامہ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کیا۔

ابن عبد البر نے استیعاب ج ۲، ص ۴۶۴ حرف عمر میں بیان کیا۔

امام تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں ص ۱۷۴ میں نقل کیا۔

عالم اسلام کے جلیل القدر محدثین کرام کی روایت کی، تصحیح اور استناد کے باوجود اگر اس قسم کی تنقیدات کا دروازہ کھول دیا جائے کہ یہ حدیث تو اصولِ دین ہی کے خلاف ہے، تو کہنے دیجیے کہ دنیا کا اعتماد صرف ان ائمہ دین ہی سے نہیں، بلکہ دین سے بھی اٹھ جائے گا۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

وَالْبُخَارِیُّ مِنْ اَعْرَفِ خَلْقِ اللّٰہِ بِالْحَدِیْثِ وَعِلَلِہٖ مَعَ فِقْهِهٖ فِیْهِ (۱)

(امام بخاری حدیث اور اس کی علل کی معرفت مخلوق خدا میں سب سے زیادہ رکھنے والوں میں سے ہیں اور حدیث کی فقاہت بھی رکھتے ہیں۔)

یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا جلیل القدر امام اور دیگر ائمہ ایسی حدیث روایت کر جائیں، جو اصولِ دین کے منافی ہو اور وہ کنایۃً اور اشارۃً بھی اس کی تضعیف نہ کریں۔

اللہ اکبر! اگر یہی توحید ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی حیات میں دعا اور شفاعت کی درخواست کرنا بھی اصول دین کے مخالف ہوگا، کیونکہ بیان مذکور کے مطابق دین کی سب سے بڑی اصل یہ ہے، کہ جو مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگو اور مخلوق سے مانگنا توحید کے منافی ہے اب کسی ہستی سے وصال کے بعد مانگیں تو بھی توحید کے منافی اور اگر ان کی زندگی میں مانگیں تو بھی توحید کے منافی، یہ کیسی توحید ہے؟ کہ کسی مخلوق سے وفات کے بعد سوال کیا جائے تو اس کے تقاضے مجروح ہو جاتے ہیں اور زندگی میں مانگیں تو جائز ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا جیسے کہ قیامت کے دن لوگ

(۱) مجموعۃ الفتاویٰ، ۱-۲۵۶

آپ سے درخواست کریں گے کہ ہمارے لیے شفاعت فرمائیں اور جیسے کہ صحابہ استسقاء وغیرہ میں آپ کی شفاعت کو وسیلہ بناتے تھے۔۔۔۔تو یہ تیسری قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں آپ کی عزت وکرامت کے سبب آپ کی دعا اور شفاعت قبول فرماتا ہے، لہذا جس کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت اور دعا فرمائیں وہ اس شخص سے مختلف ہے جس کے لیے آپ دعا اور شفاعت نہ فرمائیں۔ (۱)

دوسرا اعتراض:

شیخ ابوبکر جزائری نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ یہ روایت خواب سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور خوابوں سے احکامِ شرعیہ ثابت نہیں کیے جا سکتے، ہاں انبیاء کی خوابیں دلیل بن سکتی ہیں کہ وہ وحی ہیں۔ (۲)

جواب:

اس روایت سے استدلال اس بنا پر ہے کہ ایک صحابی بیداری میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرتے ہیں آپ نے انہیں خواب میں بارش کی بشارت دی، انہوں نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ اور تابعین کے سامنے اسے بیان کیا۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرنا شرک ہوتا، تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ جیسے صحابی اس کا ارتکاب کیوں کرتے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو شرک تھا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ گویا صحابہ کرام کا یہ واضح ترین اجماع تھا کہ ان کا عمل نہ شرک تھا اور نہ ہی حرام، بلکہ آج تک مسلّمہ ائمہِ دین میں سے کسی نے بھی اسے شرک قرار نہیں دیا، تو اگر آج کوئی شخص صحابی کے اس عمل کو شرک یا حرام قرار دیتا ہے تو اس کا قول اجماعِ صحابہ اور ائمہِ دین کے مقابل کیا حیثیت رکھتا ہے؟

(۱) مجموعۃ الفتاویٰ: ۱- ۲۴۸

تیسرا اعتراض:

شیخ ابوبکر جزائری کا تیسرا اعتراض اس حدیث کی سند پر جرح ہے ان کا کہنا کہ اس کی سند میں اعمش ہیں جو مدلس ہیں، لہذا جب تک سماع کی تصریح نہ کریں ان کی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

جواب:

ائمہ محدثین سے پوچھیے کہ اعمش کون ہیں؟ وہ جلیل القدر تابعی اور ائمہِ فقہ وحدیث کے استاذ ہیں، امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شعبہ کے استاذ اور امام حدیث ہیں۔ صحیحین، بلکہ صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

جب تو ان مذکورہ حضرات، عطاء یزید، اور لیث کا منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسماعیل ابن ابی خالد سے حدیث کے ضبط اور استقامت میں موازنہ کرے، تو پہلے تین حضرات کو مؤخر الذکر حضرات سے الگ پائے گا یہ ان کے مقام کے قریب بھی نہیں ان علماء حدیث کے نزدیک یہ حقیقت بلا شک وشبہ ثابت ہے، کیونکہ منصور، اعمش اور اسماعیل کے حافظہ کی صحت اور ان کا حدیث کو محفوظ کرنا مشہور ومعروف ہے۔

غور کیجیے اول الذکر تین حضرات مستور العیب ہیں، صادق اور صاحب علم ہیں، ان کے باوجود امام مسلم کے نزدیک مؤخر الذکر حضرات کے مقام کو نہیں پہنچتے جن میں امام اعمش بھی ہیں، اس سے اندازہ کیجئے کہ امام مسلم کے نزدیک امام اعمش کا مقام کیا ہے

امام ابن ابی حاتم، امام اعمش کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان سے سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے۔ یحی ابن معین سے مروی ہے سلیمان اعمش، ثقہ ہیں، جریر جب اعمش سے روایت کرتے تو کہتے کہ یہ دیباج (قیمتی ریشم) ہے اور وہ اہل کوفہ کے استاذ ہیں عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ کو کہتے سنا کہ سلیمان اعمش امام ہیں۔ (۱)

امام احمد رضا خان بریلوی کا قول:

یہ امام اعمش، امام اجل، ثقہ ثبت، حجت، حافظ کبیر القدر، جلیل الفخر، اجلہ ائمہ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جبکہ ان کی وثاقت، عدالت، جلالت، آفتاب نیم روز سے روشن تر، ان کا اسم مبارک سلیمان ہے۔۔۔ اسی تقریب میں ہے: ''سُلَيْمَانُ بْنُ مَهْرَانَ الْاَعْمَشُ ثِقَةٌ، حَافِظٌ، عَارِفٌ بِالْقِرَاةِ، وَرِعٌ۔(۱)

رہا یہ مسئلہ وہ مدلس ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تدلیس کیا ہے؟ کیا مدلس کی روایت مقبول ہی نہیں ہوتی۔ شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں۔ کہ تدلیس کی ایک قسم یہ ہے کہ راوی اپنے کسی معاصر سے وہ حدیث روایت کرے جو اس سے سنی نہیں ہے اور انداز ایسا ہو کہ سننے والے کو گمان ہو کہ اس سے حدیث سنی ہے مثلاً کہے: قال فلان، فلاں نے اس طرح کہا: عن فلان، فلاں سے روایت ہے، بعض علماء نے کہا ایسے شخص کی روایت مقبول نہیں ہے، اگرچہ سماع کی تصریح بھی کردے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

صحیح وہ ہے جو جمہور محدثین نے فرمایا اگر مدلس ایسے الفاظ سے روایت کرے جو احتمال رکھتا ہو، اور سماع کی تصریح نہ کرے تو وہ مرسل ہے اور جس میں سماع کی تصریح کردے مثلاً کہے سمعت، حدثنا یا اخبرنا وغیرہ تو وہ حدیث صحیح اور مقبول ہے اور قابلِ استدلال ہے۔ صحیحین وغیرھما کتبِ اصول میں اس قسم کی ان گنت حدیثیں ہیں، جیسے قتادہ، اعمش دونوں سفیان (سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ) اور ہشیم وغیرہم اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے۔ غور کیجیے! امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے اور مدلس اگر سماع کی تصریح نہیں کرتا تو اس کی روایت مرسل ہے اور حدیثِ مرسل کی روایت میں امام نووی ہی کا بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں۔

پھر امام شافعی اور محدثین یا جمہور محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ

(۱) فتاویٰ رضویہ، ۲۔۹

ہے کہ مرسل سے استدلال نہیں کیا جائے گا، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاء فرماتے ہیں مرسل سے استدلال کیا جائے گا، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی دوسری روایت مرسل کو تقویت دینے والی مل جائے تو اس سے استدلال کیا جائے گا۔ مثلاً وہ حدیث دوسری سند سے مسنداً یا مرسلاً مروی ہو یا اس پر بعض صحابہ یا اکثر علماء کا عمل ہو(۱)

حدیثِ مذکور میں ایک راوی مدلس ہے اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی ۔۔۔ تو وہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک غیر مشروط طور پر حجت ہے ہم البدایۃ والنہایہ کے حوالے سے دو روایتیں دوسری سند سے نقل کر چکے ہیں لہذا بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث چاروں اماموں کے نزدیک حجت ہے۔

امام بخاری وغیرہ دوسرے ائمہ حدیث نے امام اعمش سے مروی حدیث معنعن سے استدلال کیا ہے امام بخاری نے ''باب الصلوٰۃ فی مسجد السوق'' میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے از روئے ثواب زائد ہوتی ہے۔(۲)

امام بخاری کوئی متابع نہیں لائے تاکہ سماع کی تصریح ثابت کرسکیں بلکہ اسی حدیث سے استدلال کیا۔ اور اسی پر اکتفاء کیا۔

اور مندرجہ ذیل سند حافظ ابن ابی شیبہ کی ہے۔۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ۔ ان دونوں سندوں میں مماثلت دیکھو کہ دونوں سندوں میں ابومعاویہ اعمش سے اور وہ ابوصالح سے روایت کررہے ہیں۔

اور امام ابن ماجہ نے اپنی کتاب کی ابتداء ہی ان احادیث سے کی ہے جو امام اعمش سے بطریق عنعنہ مروی ہیں اگر ان کی روایات مقبول نہ ہوتیں تو نہ ائمہ حدیث ان پر اعتماد کرتے اور نہ ہی ان سے استدلال کرتے۔

(۱) مقدمہ شرح مسلم، ۱۷

(۲) صحیح البخاری: ۱، ۸۹